مُحدِّث

دار التالیف والترجمہ ریوڑی تالاب بنارس

★

عدد مسلسل ٦٧ ◎ محرم ١٤٠٩ھ ◎ اگست ١٩٨٨ء

AsliAhleSunnet.com

ماہنامہ **مُحدّث** بنارس

شمارہ ۸ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ اگست ۱۹۸۸ء جلد ۶

برگ و بار

۱ - رفعنا لک ذکرک — سردار شفیق — ۲

۲ - بعد از خرابیِ بسیار — مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری — ۳

۴ - مرشد آباد کا فساد — (ایک خط) عبداللہ محمد اسمٰعیل — ۶

۵ - میلاد النبی کی شرعی حیثیت — فضل الرحمٰن — ۸

۶ - خدا کائنات کی فطری ضرورت — مولانا شکیل احمد اثری — ۱۷

۷ - تکبیر اولیٰ کے ساتھ چالیس نمازیں؟ — غازی عزیر — ۳۰

۸ - اسلام سے یہودیت اور عیسائیت کا عناد۔
خالد شفاء اللہ رحمانی ایم اے — ۳۱

۹ - سنن ابی داؤد میں غالی احناف کی تحریف
مولانا سلطان محمود — ۴۰

پتہ :- ماہنامہ محدث

دارالتالیف والترجمہ

بی ۱۸/۱ جی - ریوڑی تالاب

وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

بدل اشتراک :

سالانہ : تیس روپئے

فی شمارہ : تین روپے۔

AsliAhleSunnet.com

رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ

سردار شفیق

حریم شوق میں چشمِ پُرآب روشن ہے
ترے خیال سے دل کی کتاب روشن ہے

میں ایک ذرّہ ہوں لیکن تری نوازش سے
ہر اک نواح میں اک ماہتاب روشن ہے

تری کتابِ مجلّا کی ایک آیت سے
علومِ عقل و خرد کا نصاب روشن ہے

عطا ہوا ہے تجھے وہ جلالِ نورانی
تری جبیں سے رُخِ آفتاب روشن ہے

دیا تھا تو نے جو ہجرت کی تیرہ راتوں میں
علیؓ کے دیدہ و دل میں وہ خواب روشن ہے

نظر کچھ آیا نہ دشمن کی خیرہ آنکھوں کو
حرا میں کون بہ رنگِ شہاب روشن ہے

ہے اس زمیں سے مجھے اک تعلقِ خاطر
جہاں پہ خواب گہہ آنجناب روشن ہے

عطا ہوئی تھی وہ عظمت کہ آسمانوں پر
نشانِ پائے رسالتمآب روشن ہے

خدائے پاک کا اس امتِ محمدؐ پر
نفس نفس کرمِ بے حساب روشن ہے

الٰہی ہم کو نبوت کا پاسدار بنا
اکیلی شب میں دلِ مستجاب روشن ہے

شفیقؔ خدشۂ روزِ سیاہ کیا معنی؟
اگر جبینوں پہ امّ الکتاب روشن ہے

•

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ راہ

بعد از خرابیِ بسیار.....

تاریخ کے صفحات پر بڑے بڑے جلاد، خون آشام اور سفاک حکمرانوں اور قوموں کی خونچکاں داستانیں رقم ہیں کبھی انھیں پڑھتے ہوئے احساس ہوا کرتا تھا کہ یہ اُس دَور کی باتیں ہیں جب انسان جاہلیت میں غرق وحشی درندہ تھا، لیکن اب جبکہ انسان خود شناس اور خود نگر ہو چکا ہے، حقوقِ انسانی کی عالمی تنظیمیں اور ادارے اور حکمرانوں اور قوموں کے اپنے اصول و ضوابط، انسانیت اور انسانیت نوازی کے ضامن بن چکے ہیں، یہ داستانیں دہرائی نہ جائیں گی۔ مگر جب ہوش کی آنکھیں کھلیں اور گرد و پیش کے واقعات اور ان کی پشت پر کارفرما جذبات و احساسات اور عوامل و اسباب کو سمجھنے کی شُد بُد حاصل ہوئی تو معلوم ہوا کہ انسان نما درندوں کی سفاکی و خون آشامی صرف یہی نہیں کہ بدستور قائم ہے، بلکہ پچھلے تمام ریکارڈ توڑ کر خیال و گمان کی ساری سرحدیں پار کر چکی ہے۔ انسانیت، انسانیت نوازی اور انسانی حقوق محض کھوکھلے الفاظ ہیں جو درندوں نے اپنی حفاظت کے لیے وضع کیے ہیں۔ اس کے بعد دنیا پر ایک اور نظر ڈالی تو کچھ عرصہ تک تو یہ محسوس ہوتا رہا کہ اس دور میں دنیا کے سب سے بڑے خون آشام انسانی درندے ہمارے اپنے ملک ہندوستان اور اسرائیل میں بستے ہیں۔ مگر اچانک سائبیریا کے دامن میں سوئے ہوئے یا کمین گاہ میں چھپے ہوئے سُرخ ریچھوں نے افغانستان پر پنجے اور دانت مارے، اور جبال البرز کی پہاڑ گاہوں کی اوٹ سے خمینی کی قیادت میں پاسدارانِ تشیع نمودار ہو کر عراق میں انقلاب کے تبرکات برآمد کرنے اُٹھے تو معلوم ہوا کہ ہمارے ہی دور میں اب تک کی انسانی تاریخ کے سب سے بڑے جلادوں اور قاتلوں نے جنم لیا ہے۔ فرعون و نمرود و شداد، چنگیز و ہلاکو، حجاج و سفاح جنھیں ظلم و بربریت کا رمز قرار دیا جاتا ہے۔ برژنیف و خمینی کے سامنے بونے ہی نہیں بے شعور بچے نظر آتے ہیں۔

برژنیف کے سُرخ ریچھوں نے کسی ادنیٰ ترین وجہ جواز کے بغیر افغانستان پر دھاوا بول کر جدید سے جدید تر

AsliAhleSunnet.com

آلاتِ ہلاکت و تباہی و بربادی کے ذریعہ جس بے دردی اور دھوم دھام کے ساتھ بستیوں پہ بستیاں الٹنی شروع کیں، انسانوں، حیوانوں، درختوں اور کھیتیوں پر ہولناک آگ برسانی شروع کی، عورتوں، مردوں، بچوں، بوڑھوں، جوانوں کو بلاامتیاز اور بے دریغ موت کے گھاٹ اتارنا شروع کیا، اس سے ساری دنیا بلبلا اٹھی اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے پلیٹ فارم سے ہمارے ملک ہندوستان جیسے امن وآشتی کے اکا دکا علمبرداروں اور انسانی حقوق کے اوشوں کے پالنہاروں کو چھوڑ کر باقی ساری دنیا نے بار بار نہایت پرزور لفظوں میں اس درندگی کی مذمت کی اور شدت سے مطالبہ کیا کہ افغانستان خالی کردیا جائے۔ مگر طاقت کے نشہ میں بدمست ریچھوں نے اس کے جواب میں حقارت آمیز قہقہے لگائے اور اپنی کارروائی جاری رکھی۔

عراق میں مُلا خمینی کے ایجنٹ حزب الدعوۃ کے انقلابی مفسدین خونِ ناحق کے بدلے تختۂ دار پہ چڑھائے گئے تو ملاجی اکڑ گئے کہ عراقی حکمرانوں کو اس کی سزا دیے بغیر اس خطہ میں وہ امن قائم نہیں ہونے دے سکتے۔ پھر فوجوں پہ فوجیں کٹتی رہیں، کشتوں کے پشتے لگتے رہے۔ ایران نوجوانوں سے خالی ہوتا گیا۔ دنیا سمجھاتی رہی کہ ملاجی جنگ بند کردیجیے۔ نقصانات کا معاوضہ لے لیجیے۔ انصاف کے لیے ایک غیر جانبدارانہ تحقیقاتی ٹیم مقرر کردی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ پورا انصاف کرادیا جاتا ہے، اسے قبول فرمالیجیے۔ مگر خون آشامی کا جذبہ تھا کہ آسودہ نہیں ہو رہا تھا۔ کبر و نخوت کی تمکنت تھی کہ سنجیدگی کی راہ نہیں پکڑ رہی تھی۔ تا آنکہ نوبت عورتوں اور بچوں کو ہتھیار تھمانے تک جا پہنچی۔

سفاکی و خون آشامی کی یہ جلادانہ کارروائیاں جاری تھیں۔ شیعہ اور کمیونسٹ باہم قریبی روابط بھی رکھے ہوئے تھے اور تشابہت قلوبہم کے مکمل آئینہ دار بھی تھے۔ بالآخر ایک ہی زمانہ میں دونوں پہ قدرت کی تعزیر آپڑی۔ ۱۹۸۸ء دونوں کے لیے شرمناک اور ذلت آمیز ہزیمت کا سال ثابت ہوا، روس نے کسی معاہدے سے پہلے اپنی فوجوں کی واپسی کی تاریخ مقرر کردی۔ جنیوا معاہدہ میں اڑچن دیکھ کر ایک بار تو اکڑا کہ فلاں تاریخ تک معاملہ طے نہ ہوا تو ہم بھی تاخیر کریں گے، یا نہیں جائیں گے، مگر جب وہ تاریخ بھی گزر گئی تو کمر سہلاتے ہوئے اعلان کرنا پڑا کہ جنیوا معاہدہ ہو یا نہ ہو ہمارا بوریا بستر بہر حال گول ہوجائے گا۔ پھر اس معاہدہ میں کان پکڑ کر اٹھا بیٹھا اور واپسی شروع کردی۔ اور اب وہی اقوام متحدہ جس کی قراردادوں پر سفاکانہ قہقہے لگاتا تھا۔ اسی اقوام متحدہ سے مار کھائے ہوئے مجبوروں کی طرح شکایت کر رہا ہے کہ پاکستان اور افغان مجاہدین معاہدے کی خلاف ورزیاں کر رہے ہیں۔

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں نہ ہونا!

AsliAhleSunnet.com

افغانستان سے اُن سرخ ریچھوں کی پسپائی کا ابھی ابتدائی ہی دور ہے کہ ملا خمینی صاحب نے بھی جنگ بندی کی اُس سال بھر پرانی قرارداد کو بلا چوں و چرا تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا جس کے خلاف مختلف زاویوں سے اب تک بار بار ناک بھوں چڑھاتے رہے اور جس کی نامنظوری کے آڑے ترچھے خطوط اب تک مختلف زاویوں سے دکھلا چکے تھے۔

افسوس اس کا ہے کہ ان جلادوں نے سلامتی و صلح کی بات اس وقت مانی جب دنیا سے چالیس پچاس لاکھ انسانوں کا خونِ ناحق بہ چکا اور تین چار کروڑ انسان براہِ راست کشت و خون کے اس المیہ کے صدمے اور اثرات کا نشانہ بن چکے۔ یعنی

ہر چہ دانا کند، کند ناداں لیک بعد از خرابی بسیار

مزید افسوس یہ ہے کہ ہمارے ملک کے حکمران اور مذہبی و تہذیبی جارحیت کے علمبرداروں کو ان واقعات سے کوئی سبق نہیں ملا ہے۔ وہ ان ہی ظالموں کے ہمنوا ہیں، انھیں کے سُر میں سُر ملا رہے ہیں اور غالباً انھیں کے نقشِ قدم پر چلنے کے عزائم بھی رکھتے ہیں۔ کاش انھیں آفت برپا کرنے سے پہلے اتنی سی بات سمجھ میں آجاتی کہ اس اقدام کے نتائج بھی ان ہی جیسے ذلت آمیز اور رسواکن ہوں گے۔

حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!

•••

سیرت نبوی پر ممتاز اور منفرد کتاب

الرحیق المختوم (اردو)

تصنیف: مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری

جسے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے منعقد کردہ بین الاقوامی انعامی مقابلے میں پہلا انعام حاصل ہوا

پہلا ایڈیشن تیزی سے ختم ہو رہا ہے لہٰذا پتہ ذیل سے جلد طلب کریں:

فیض الرحمٰن صفی الرحمٰن، جامعہ سلفیہ ریوڑی تالاب۔ بنارس۔ ۱-۲۲۱-

AsliAhleSunnet.com

مرشد آباد کا فساد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عبداللہ محمد اسماعیل

۲۷ر جون ۱۹۸۸ء

حضرت گرامی جناب استاذی المحترم، حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وبعد، امید ہے کہ خیر وعافیت سے ہوں گے، اور اگرچہ میں اپنے اقارب کے ساتھ بقید حیات ہوں مگر دوسری طرف ہزاروں مسلم جانیں گزشتہ ۲۴ر جون جمعہ کو غیر مسلم آر ایس ایس کے ہاتھوں سے ابدی نیند میں ظلماً سلادی گئی ہیں۔

اجمالی خبر آپ کو بذریعہ اخبارات وریڈیو ضرور موصول ہوئی ہوگی مگر تفصیل سے آپ ضرور میرٹھ، ملیانہ، بھیونڈی اور نیلی کو یاد کرنے پر مجبور ہوں گے۔ گرچہ مدتوں قبل مرکزی حکومت وصوبائی حکومت نے نواب مرشد قلی یا قلی خاں کی تیار کردہ مسجد[1] کو آثار قدیمہ کی حفاظت کے آئین کی تحت لے لیا تھا۔ مگر بعد میں صوبائی سرکار نے نماز پڑھنا وغیرہ ممنوع قرار دیدیا ہے رفتہ رفتہ دوسری مساجد پر اس طرح ناجائز قبضہ کے ڈر سے اس کی رہائی کے لیے مسلم لیگ نے ڈی ایم کو ایک میمورنڈم دینے کو سوچا، اور اگر وہاں سے اجازت مل جاتی ہے تو اس جمعہ کو نماز پڑھنے کا خیال بھی ان لوگوں کا تھا۔

ادھر حکومت کی طرف سے بے شمار فوج کی تعیین کے بعد دفعہ ۱۴۴ جاری کر دیا گیا۔ متعدد اطراف وجوانب سے امنڈتا ہوا لوگوں کا طوفان مرشد آباد اسٹیشن پر نہ اتر سکنے کی وجہ سے بہرامپور میں آ جمع ہوا۔ اور کچھ لوگ اطراف سے پولیس کی رکاوٹ کی وجہ سے اسٹیشن سے گھر واپس آنے پر مجبور ہوئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ لاکھوں کا مجمع ہر چہار سو انسان ہی انسان۔ ڈی ایم نے اجازت نہیں دی کہ بہرام پور کے کسی میدان میں جمعہ ادا کریں۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ ہندو پالیسی اور منصوبہ بندی کے مطابق لوگوں کا قتل عام کیا گیا، مجبور کیا گیا کہ وہ مرشد آباد کے قریب کربلا کے میدان میں نماز ادا کریں یعنی یہی اجازت ملی۔ حالانکہ بہرام پور میں وسیع سے وسیع تر میدان ہیں۔

---

[1] آر ایس ایس یہ دعوی کر رہی ہے کہ وہ ایک مندر ہے۔

AsliAhleSunnet.com

خیر پولیس کی کثرت کی وجہ سے اور دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی خاطر لیڈروں نے منع کردیا کہ وہ کٹرا مسجد نہ جائیں مگر کچھ ھندی لوگ نہ مانے اور چل دیے۔ راستہ میں پولیس نے مجبور کیا کہ وہ شارع عام چھوڑ کر ہندو علاقہ سے گزریں۔ بہر حال پلان کے مطابق ہندو تیار ہی تھے، ناشائستہ حرکت کے ذریعہ جنگ کی ابتدا کی اور آخر کار قتل کے ذریعہ دل کی آگ کو بجھایا۔ نوجوانوں کو پکڑ پکڑ کر اپنے گھروں میں بند کردیا، نہ جانے ان کا کیا حشر ہوا، اس کے بعد پولیس کی مداخلت سے یہاں کی جنگ بند ہوئی۔ یہ بہرام پور قاسم بازار کا واقعہ ہے۔ ادھر کٹرا مسجد کے علاقہ میں بھی متعدد افراد پولیس کی گولیوں سے ہلاک ہوئے۔ سب سے دردناک واقعہ اس وقت رونما ہوا جبکہ لوگ بہرام پور سے شام کو اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے۔ لال گولہ جانے والی ٹرین کو بہرام پور سے دو اسٹیشن میں پہنچی تو وہاں گاڑی کو چار گھنٹہ روک کر قتل عام کیا گیا۔ پولیس تماشائی بن کر کھڑی رہی۔ سوائے ایک بوگی کے جمیع مسلمان کو شہید کردیا گیا یا شدید ترین زخمی ہوئے جو بوگی حملہ آوروں سے محفوظ رہ گئی ہے اس میں والد محترم مع اپنے ۲۵ طلبہ سوار تھے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ تمام خبر رساں ایجنسی اس بارے میں تقریباً خاموش ہیں اور مارکسی حکومت جو ابتک فخر کرتی رہی وہ بھی کسی خاص اقدام سے رکی ہوئی ہے۔ یہ مختصر رپورٹ ابتداءً آپ کو دی گئی۔ ان شاء اللہ جلد ہی مفصل خبر سے آگاہ کروں گا۔ سب کو سلام عرض ہو۔

...

مسئلۂ آمین بالجہر پر نہایت مدلل اور جامع رسالہ

"القولُ المتین فی بیانِ التامین"

تالیف :۔ شیخ الحدیث مولانا احمدُ اللہ پرتاپگڈھی مرحوم

جس میں بلند آواز سے آمین کہنے پر چودہ حدیثیں پیش کی گئی ہیں اور سراً آمین کہنے کی تردید خود مستند علمائے احناف کے اقوال سے کی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔ اہل خیر زیادہ تعداد میں خرید کر مفت تقسیم کریں۔

پتہ :۔ ریاستی جمعیۃ اہل حدیث مشرقی یوپی
روم ۱۴ سی کے ۰۹۰/۳/۴۴ نیا چوک وارانسی ۲۲۱۰۰۱

AsliAhleSunnet.com

میلاد النبی کی شرعی حیثیت

ازقلم : افضل الرحمٰن ۔ ص ب ۲۶۲ الخبر ۳۱۹۵۲ (سعودی عرب)

کسی مذہب کا دورِ انحطاط سے گزرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مذہب اپنے ابتدائی دور سے گزر چکا اور اس کے پیروؤں کی قوتِ عمل ضعیف ہو کر رہ گئی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس مذہب میں نہایت عجیب و غریب اعتقادات اور بدعتی رسومات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ اصل مذہبی تعلیمات سمجھے تو اسے انتہائی دشواری درپیش ہوتی ہے، کیونکہ اسے علم نہیں ہوتا کہ اصل مذہب کی ہیئت کیا تھی اور بعد میں ضعیف الاعتقاد ذہنیت کے حامل مذہب دشمنوں نے اس میں کیا کیا اضافے کیے۔ اور کس طرح اصل مذہبی تعلیمات کا چہرہ بگاڑا کہ جس کے نتیجے میں اصل مذہب کی جگہ قیاسات، توہمات، بدعات اور موضوع روایات نے لے لی۔ پھر اس بگڑے ہوئے دین کی انتہائی وسیع پیمانے پر تبلیغ و اشاعت کے ساتھ اندھی تقلید اور عقیدت کو بھی لازم قرار دیا جاتا ہے تاکہ سلیم العقل حضرات بھی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہیں۔

افسوس کہ جب اس طرح کی خرافات و رسومات رفتہ رفتہ دینِ اسلام میں بھی بڑھتی گئیں تو نتیجۃً ہماری اصل مذہبی تعلیمات بہت پیچھے رہ گئیں اور اس کے اندھے مقلد یہ سمجھنے لگے کہ یہی رسومات و بدعات اور روایات ہی دین و ایمان کا عین تقاضا اور منشا و مقصود ہیں۔

تاریخِ امم بتاتی ہے کہ جب ریگستانِ عرب کے بدوؤں نے اہلِ عجم کے تکبر و غرور کا سر نیچا کیا تو اول اول ان لوگوں کو اس ذلت و شرمندگی کا احساس ہوا اور وہ عربوں کو اپنے سے کمتر سمجھنے لگے، مگر اسلامی اصول کی زریں ہدایات و تعلیمات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ کردار نے وقتی طور پر ان لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھ دیا۔ عباسیوں کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی خواہش نے ان لوگوں کا سہارا لینے اور ان کو پھر سے ابھرنے کا موقع فراہم کیا، لہٰذا عربی اقتدار کو ختم کرنے اور اپنی ذلت و شکست کا بدلہ لینے کے لیے اہلِ عجم نے عباسیوں کا کھل کر ساتھ دیا۔ انھیں توقع تھی کہ اگر ہماری تلواروں کے بل پر حاصل ہو گئی تو بڑے بڑے عہدے و منصب بھی یقیناً ہمارے ہاتھوں میں ہوں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان کا یہ منصوبہ صد فیصد کامیاب اور ان کی توقعات پوری ہوئیں

AsliAhleSunnet.com

چنانچہ منصور کے زمانہ خلافت میں بڑے بڑے عہدے ان عجمیوں کے ہاتھوں میں تھے، وہ لوگ دین اسلام سے فقط اس لیے بیزار تھے کہ اس دین کو لانے والے عرب تھے۔ ایک طرف تو ان لوگوں نے شعروادب کے پردے میں زرتشت، مانی اور مزدک کے مذاہب و عقائد کو دوبارہ زندہ کرنا شروع کردیا۔ دوسری طرف ان کے علماء اور زہاد نے جھوٹی حدیثیں گھڑ گھڑ کر پھیلانی شروع کردیں تاکہ مسلمانوں کے دینی عقائد کو کمزور کرکے ان کے درمیان افتراق و انتشار پیدا کرسکیں۔

حافظ عماد الدین علامہ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں:۔

"جب ابن العوجا گرفتار کیا گیا تو اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں گھڑی ہیں جن میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا ہے اور اسلامی احکام میں ردّ و بدل کی ہے۔ منصور کے زمانہ خلافت میں کوفہ کے گورنر محمد بن سلیمان بن علی نے اس کو موت کی سزا دی تھی"۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۱۳)

اس امر کی شہادت میں صاحب الامالی نے ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے: "یونس بن ابی فروہ نے اسلام اور عرب کی مذمت میں ایک کتاب لکھ کر قیصر روم کے دربار میں پیش کی اور اس پر انعام پایا۔" (امالی المرتضیٰ ج ۱ ص ۹۰)

اس زمانے میں بعض لوگ بظاہر مسلمان بن کر اپنے قدیم مذہب کا درس بھی دینے لگے تھے۔ بعض نے فلسفہ و منطق کو دین کا میزان بنا کر دین کا بخیہ ادھیڑا اور بعض نے موضوع احادیث اور من چاہی روایات گھڑ کر مسلمانوں کے اعتقاد کو کمزور بنانے اور ان کے درمیان مذہبی اختلافات بھڑکانے میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا۔ بعض عجمیوں کے دلوں میں پہلے ہی سے اسلام کے خلاف شک و شبہ موجود تھا، ان لوگوں نے اس تحریک کو مزید تقویت بخشی۔ لہٰذا مذہبی اختلافات میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی جس نے آخر کار اسلامی تعلیمات کو خطرے میں ڈال دیا۔ ہر طرف اور ہر گھر میں اسلامی عقائد پر بحث ہونے لگی اور ہر بحث پر نئے نئے فرقے ابھرنے لگے، ان فرقوں کے باہمی اختلافات کی بنیاد پر جھگڑے اور فسادات نے جنم لیا۔ کوفہ (عراق) ان اعتقادات اور فسادات کا مرکز تھا۔ ان جھگڑوں اور اختلافات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے بعض لوگوں نے دوسرے ممالک اور دیگر شہروں کی جانب ہجرت کرنا شروع کی۔ لیکن وہ لوگ جہاں بھی گئے وہیں اپنے اپنے مذہبی فرقوں کی تعلیمات کا درس دینا شروع کردیا۔ ان میں سے بعض نے ہندوستان کی جانب رُخ کیا، یہ لوگ "صالحین" کے نام سے مشہور تھے، جن کو بعد میں صوفی بھی کہا جانے لگا۔ ان لوگوں نے یہاں آکر کلمہ تو اللہ اور اس کے رسول کا پڑھوایا مگر در پردہ تعلیم "دین اتحاد ثلثہ" کی دی جو "حلول"، "وحدۃ الوجود" اور "وحدۃ الشہود" پر مبنی تھی۔ یہی وہ تعلیمات تھیں جو ہندوستانی مسلمانوں کے دماغوں میں رچ بس کر بدعتی رسومات اور روایات کے ساتھ دینِ اسلام سے الگ ایک جدا دین کا موجب بنی تھیں۔

AsliAhleSunnet.com

ان ہی بدعتی روایات میں سے ایک "میلاد النبی" بھی ہے، جسے ضعیف الاعتقاد لوگ اتنی عقیدتمندی کے ساتھ مناتے ہیں، جیسے یہی ان کی نجات کا واحد ذریعہ ہو۔ آئیے آج اس "یوم میلاد النبی" پر ایک محققانہ نظر ڈالتے ہوئے، قرآن، حدیث اور تاریخ کی روشنی میں یہ جاننے کی کوشش کریں کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

اس سے پہلے کہ میلاد النبی صلعم کا تاریخی جائزہ لیا جائے، بہتر ہے کہ سنت، بدعت اور مصالح مرسلہ کا فرق معلوم کر لیا جائے۔

سُنَّت اس کے معنی ہیں وہ راستہ جس پر چلا جائے"، شریعت میں ہر وہ نیکی اور بھلائی کا کام جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اللہ کے حکم سے بتایا اور وہ تمام اخلاق و فضائل جن کی آپ نے دعوت دی۔ جس طرح نبی صلعم کے قول سے کسی کام کا ثبوت ملتا ہے، اسی طرح آپ کے فعل اور تقریر سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام سنت ہے اگر آپ نے کوئی کام پابندی کے ساتھ کیا تو یہ بھی سنت ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کسی چیز کے بارے میں سنا یا صحابہ کرام رض کو کرتے دیکھا اور کئی بار ہوا، مگر آپ نے منع نہیں فرمایا تو وہ کام بھی سنت ہے۔ جو کام آپ نے ایک بار کیا اور دوبارہ اس کو نہیں کیا تو یہ سنت نہیں ہے۔ (صرف مباح ہے)

حضرت عرباض بن ساریہ رض فرماتے ہیں کہ "حضور نے فرمایا: تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف پائے گا بس نئی باتوں سے بچتے رہنا کیونکہ یہی گمراہی ہے۔ تم میں سے جو شخص یہ زمانہ پائے تو میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے اور اس سنت کو دانتوں سے سختی کے ساتھ پکڑے رہے۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۰۸ و مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۰۹)

بدعت یہ سنت کی ضد ہے جو شریعت کی کسی دلیل سے ثابت نہ ہو، شریعت کے خلاف ہر وہ دینی کام چاہے اس کا تعلق اعتقاد سے ہو یا قول اور فعل سے، اللہ نے نہ تو قرآن میں اس کا تذکرہ کیا ہو اور نہ حضور کی سنت سے ثابت ہو "بدعت" ہے۔ لہٰذا بدعت دین میں ہر اس نئی بات کو کہتے ہیں جو نہ تو رسول اکرم کے زمانے میں تھی اور نہ صحابہ کرام کے دور میں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے کیوں کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ اللہ کا نافرمان ہے۔ چوں کہ شریعت اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے، لہٰذا اس میں کمی بیشی کرنے کا حق کسی بندہ کو نہیں پہنچتا۔ جس نے شریعت میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے شریعت کو کامل نہیں سمجھا۔ چنانچہ اپنی طرف سے ایک نئی شریعت نکالی، ایسا سوچنے والے پر قرآن عزیز کی اس آیت کا انکار لازم آتا ہے:

AsliAhleSunnet.com

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (سورہ المائدہ آیت ۳)

آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور میں راضی ہوں، تمہارے لیے دین اسلام سے۔

اور قرآن عزیز کی کسی بھی آیت کا انکار صریح کفر ہے۔

(علاوہ ازیں حکم دینا اللہ کا حق ہے اور اللہ نے اس کی اتھارٹی (اذن اور منصب) صرف رسول کو دیا ہے، کسی امتی کو نہیں دیا ہے۔ لہٰذا کوئی امتی اگر دین میں کوئی بات ایجاد کرتا ہے تو وہ اللہ کے حق اور رسول کے منصب پر اپنے آپ کو براجمان کرتا ہے۔ اسی لیے وہ ایجاد کی ہوئی بات (بدعت) چاہے کتنی ہی اچھی کیوں نہ لگے بہرحال اپنی بنیاد کے سبب گمراہی ہے۔ محدث)

جو شخص کوئی بدعت نکالے یا اس کی اشاعت کرے یا اس پر عمل کرے یا اس میں تعاون کرے، ان سب کو بدعتی کہتے ہیں۔

بدعتی کے لیے حضور اکرم ؐ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ "حضور اکرم نے فرمایا: جو شخص اس امر (یعنی دین) میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵، مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۰۵)

۲۔ "حضور اکرم ؐ نے فرمایا: جو شخص یہاں نئی بات (یعنی بدعات) کرے یا کسی نئی بات کرنے والے کو جگہ دے، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اس کی کوئی نفل عبادت بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۵)

۳۔ حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں کہ "رسول اکرم ؐ نے فرمایا: بدعتی کی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، عمرہ، جہاد، صدقہ اور فدیہ کچھ بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا بلکہ وہ اسلام سے ایسا باہر ہو جاتا ہے جیسے آٹے سے بال نکال لیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ ص۶)

بدعات کی ہزارہا مشہور قسموں میں سے یہ اعتقاد رکھنا بھی ایک اعتقادی بدعت ہے کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جو بھی ان کی زیارت کرتا ہے وہ ان کی سفارش کرتے ہیں، ان کی حاجات سنتے ہیں اور ان کی پریشانیاں دور کرتے ہیں۔

بعض مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جشن میلاد النبی ؐ میں حضور ؐ کی روح مبارک بہ نفس نفیس آتی ہے اور حضور ؐ خود بر پڑھا جانے والا درود وسلام خود سنتے ہیں۔ نیز ان مجالس میں رحمت اور برکات کا نزول ہوتا ہے، حالانکہ قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

۱۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ (سورہ النمل آیت ۸۰) (اے نبی!) آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔

۲۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ

AsliAhleSunnet.com

دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (سورہ احقاف آیت ۵)

ترجمہ:۔ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکار رہا ہے جو قیامت کے دن تک جواب نہ دے سکیں (جواب دینا تو در کنار) وہ ان کی پکار سے بھی بے خبر ہیں۔ (تو جواب کیا دیں گے)۔

۳۔ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ (سورہ فاطر آیت ۲۲)

ترجمہ:۔ آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔

۴۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ (سورہ فاطر آیت ۱۳)

ترجمہ:۔ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ یہ اعتقاد رکھنا کہ اہلِ قبور غیب کا علم رکھتے ہیں اور لوحِ محفوظ کا براہِ راست مطالعہ کرتے ہیں، یہ بھی ایک فاش غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط (سورہ النمل آیت ۶۵)

ترجمہ:۔ کہہ دیجیے کہ آسمان میں اور زمین میں جو لوگ ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

۲۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰی غَيْبِهٖ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ (سورہ الجن آیت ۲۶، ۲۷)

ترجمہ:۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو خبر دار نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جسے وہ پسند کرلے، لیکن اس کے بھی آگے پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "جو کوئی تم سے کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے تھے تو وہ جھوٹا ہے۔"

(صحیح بخاری ص ۷۳۰، جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۸۴)

مذکورہ بالا آیات کریمہ و احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس متفق علیہ امر کے برخلاف جو کوئی بھی روایت یا حدیث پیش کی جائے وہ بلاشبہ جھوٹی اور من گھڑت ہے، کیونکہ یہ بات تو ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن عزیز میں ایک بات بتلائے اور اپنے برگزیدہ رسول کے ذریعہ کوئی دوسری بات کہلوائے۔ اس امر میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضور اکرم جو کچھ بھی فرماتے تھے وہ اللہ کے حکم و اجازت سے ہی فرماتے تھے۔

ان تمام اعتقادی، قولی اور عملی بدعات کے علاوہ اکثر صوفیاء کے یہاں محفل سماع کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے جو سراسر

AsliAhleSunnet.com

بدعت ہے۔ کبھی لفظ ہو ہو، ہی ہی، یا ہو، حق یا ہو اور بے شک یا ہو کے نعرے لگتے ہیں، کبھی ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر گھنٹے گھنٹے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مسلمان کا صرف ایک ہی نعرہ ہے "اللہ اکبر"۔ اولیاء اللہ کی قبروں پر گنبد اور عالیشان عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور ہر سال ایک مخصوص دن مخصوص رسم کے ساتھ عرس منایا جاتا ہے، ان کے علاوہ بہت ساری ایسی بدعات ہیں جن کا پتہ نہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں چلتا ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں۔

مصالح مرسلہ یعنی ہر وہ چیز جس سے مسلمانوں کو دینی فائدہ حاصل ہو اور اس سے کسی واجب کی حفاظت یا ادائیگی یا کسی تکلیف کا دور کرنا مقصود ہو، بشرطیکہ وہ ایسی چیز نہ ہو جس کو شریعت نے کسی ظاہری یا مخفی نقصان کی بناء پر ممنوع کر دیا ہو، مثلاً

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قرآن عزیز کے ضائع ہونے کا خطرہ محسوس ہوا، تو اس کی حفاظت کی تدابیر پر غور کیا گیا اور اس کو یکجا کر لیا گیا اور اس کی نقلیں تمام اسلامی ریاستوں میں بھیج دی گئیں تاکہ کسی دشمن اسلام کو تحریف کرنے کا موقع نہ ملے۔

(۲) رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں مساجد کے اندر محرابیں نہیں ہوتی تھیں۔ جب اسلام پھیلا اور مسلمانوں کی کثرت ہوئی تو لوگ مسجد میں داخل ہوتے تو قبلہ کا رخ معلوم کرنے میں دشواری ہوتی۔ اس لیے ضروری محسوس ہوا کہ قبلہ کے رخ طاقیں یا محرابیں بنا دی جائیں تاکہ قبلہ کا رخ معلوم کرنے میں آسانی ہو۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تراویح کی نماز مسلمان الگ الگ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو ایک امام کے پیچھے یکجا کر دیا تاکہ امت مسلمہ میں اتفاق و اتحاد قائم رہے۔

اس کے علاوہ لاؤڈ اسپیکر، قرآن عزیز کا ترجمہ، مسجدوں میں نماز کا انتظام وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں دین کے انتظام کے لیے ہیں، عمل کے لیے نہیں۔ عمل اور چیز ہے اور انتظام اور چیز ہے۔ یہ سب مصالح مرسلہ میں داخل ہیں، جن کا شرع میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے لیکن مقاصد عامہ کے ضمن میں شامل ہیں۔ ان مصالح مرسلہ کو بدعت پھیلانے والے لوگ بدعت حسنہ کا نام دیتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔

ان تینوں شرعی اصطلاحات کی وضاحت کے بعد اب ہم "میلاد النبی ﷺ" کی رسومات اور اس کے قبائح کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں ۱۲ ربیع الاول کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اس دن حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت

AsliAhleSunnet.com

ہوئی تھی [1] میلاد النبی ﷺ کا مفہوم تمام اسلامی دنیا میں ایک ہی ہے، مگر مختلف ممالک میں اس کو مختلف ناموں کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ مراکش والے اس کو "موسم" کہتے ہیں، کیونکہ یہ سال میں ایک بار ایک خاص موسم میں منایا جاتا ہے الجزائر میں یہ "زردہ" کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ یہ لوگ نبی کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں، بعض لوگوں نے اس کو "حضرہ" کا نام دیا ہے، مصر اور ایشیائی ممالک میں عموماً میلاد یا مولود شریف کے نام سے مشہور ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نبی کی روح اس میں آتی ہے اور پھر برکت کا نزول ہوتا ہے، مسجدوں میں گھروں میں، اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں، علماء کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ اس سال میلاد النبی ﷺ کا جشن بڑی دھوم دھام سے منایا جائے گا، کیونکہ پچھلے سال تھوڑی بہت خامیاں رہ گئی تھیں۔ اس ارشاد کی تعمیل میں بجلی کے قمقمے لگائے جاتے ہیں۔ در و دیوار کو رنگین جھنڈیوں سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے پنڈال نصب کیے جاتے ہیں۔ زرق برق لباس زیب تن کیے جاتے ہیں، شیرینی کا انتظام کیا جاتا ہے اور ان تمام لہو لعب پر ہزاروں روپیہ بے دریغ صرف کیا جاتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ پر تقاریر ہوتی ہیں۔ نعت خواں بے سر دیا، نعتیں پڑھتے ہیں۔ قصۂ ولادت پڑھا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وضع حمل کا ذکر آتا ہے کہ حضرت آمنہ نے آپ ﷺ کو مختون وضع کیا (حالانکہ بقول محقق و محدث علامہ حافظ ابن قیمؒ وغیرہ آپ ﷺ مختون پیدا نہ ہوئے تھے۔ ملاحظہ ہو "ختنہ ایک دینی شعار" ماہنامہ محدث بنارس) .... تو سب حاضرین تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بہت ہی احترام کے ساتھ درود و سلام پڑھتے ہیں اور قصۂ ولادت ختم کیا جاتا ہے۔ پھر رات گئے لوگ جب نعت خواں کے شاعرانہ کلام، قصہ گو حضرات کے قصص، واعظوں کے وعظ اور شیرینی کی مٹھاس سے لطف اندوز ہو کر اپنے اپنے گھر واپس ہوتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ بہت ہی بڑی عبادت کر لی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا تقرب حاصل کر لیا، جس کے نتیجہ میں کم از کم جنت تو واجب ہو ہی گئی۔ جب صبح کو بیدار ہوتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ فجر کی نماز فرض قضا ہو چکی ہے، اس کے بعد پھر وہی کاہلی و سستی اور بے کاری کا جمود ان پر طاری رہتا ہے، جو اس سے پہلے تھا۔ اس دینی نقصان کے علاوہ میلاد النبی ﷺ میں اور جو بہت سی قباحتیں موجود ہیں ان میں سے چند آگے پیش کی جائیں گی۔

یاد رکھو اے مسلمانو! تم ہر مہینہ اور ہر ہفتہ میلاد النبی ﷺ کا جشن منا کر بھی بربادی سے نہیں بچ سکتے، کیونکہ قرآن و حدیث پر عمل کیے بغیر تمہارے لیے فلاح کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ حالیہ بمبئی کا فساد اس بات کا ثبوت ہے، جہاں پر جشن میلاد النبی کی مجلس کی رونق بڑھانے کے لیے مسلمان اپنی خون پسینے کی کمائی آتش بازیوں میں اڑا رہے تھے، کسی غلط فہمی کی بنا پر پولیس

[1] اہل تحقیق نے ۹ ربیع الاول کو صحیح مانا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

نے اچانک گولیوں کی بوچھار کردی جس میں کئی مسلم خاندان بُری طرح متاثر ہوئے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کی بدنصیبی ہے کہ اس طرح کے فسادات ہماری بدعتی رسومات کے نتیجہ میں آئے دن ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ مسلم کش اور اسلام دشمن عناصر ہماری ان بدعتی رسومات سے اچھی طرح واقف ہیں، وہ گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں اور کوئی موقع دبہانہ پاکر اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور نتیجۃً "کئی مسلم خاندان اس رسم جاہلیت کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ فاناللہ۔ الخ

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جشنِ میلاد النبیؐ کا اہتمام عورتیں بھی اپنے گھروں میں کرتی ہیں۔ محلہ بھر کی عورتیں اس جشن کے موقع جمع ہوجاتی ہیں، جہاں مغنیہ اپنے مخصوص انداز میں نعت اور قصیدے کا فلمی راگ الاپتی ہے اور دوسری عورتیں کورس میں اس کا ساتھ دیتی ہیں اور قریبی راستہ سے گزرنے والے یا پاس پڑوس میں بسنے والے افراد ان کی دلکش آوازوں کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ حالانکہ شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی شریف مسلم خاتون بلا ضرورتِ شرعی اپنی دلکشی وجاذبیت، حسن وآرائش اور لطیف آواز غیر محرموں پر ظاہر کرتی پھرے یا دانستہ کسی طور پر ان کی توجہ اور فتنہ انگیزی کا باعث بنے۔

اگر مختلف ادیان ومذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جشن میلاد النبیؐ کا اہتمام بھی جنم اشٹمی رام نومی اور کرسمس سے چنداں مختلف نہیں بلکہ صدفی صد مشابہت رکھتا ہے۔ ہم مسلمان بھی ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح سال کے ایک مخصوص دن کرشن، رام اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے یوم ولادت کی طرح کا جشن مناتے ہیں، بھجن کے بجائے نعتیں گائی جاتی ہیں۔ قصۂ ولادت کے معجزاتی واقعات دہرائے جاتے ہیں۔ اس میں شرکت باعث نجات اور خیر وبرکت تصور کی جاتی ہے اور "نشستند وخوردند وبرخواستند" کے مقولہ پر عمل کرتے ہوئے رات گئے بلا کسی مصمم ارادہ وعزم لیے ہوئے، ارشاد کی بجائے تبرک کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو سدھار لیتے ہیں، حالانکہ شریعت ہمیں کسی غیر قوم کے افعال واذکار واعمال وطرز رہن سہن وعبادات وغیرہ کی مشابہت کرنے سے سختی کے ساتھ منع کرتی ہے۔ رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

(۱) "جس نے کسی قوم کی مشابہت کی تو وہ انھی میں سے ہے۔" (سنن ابوداؤد کتاب اللباس باب لبس... ومسند احمد ج ۲ ص ۵۰)

(۲) وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے علاوہ کسی (قوم) سے مشابہت کرے۔" (جامع الترمذی کتاب الاستئذان باب)

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ مسلمانوں کا بھی اپنا کوئی کیلنڈر ہو، تو اصحابِ شوریٰ میں سے کسی صحابیؓ نے یہ رائے دی کہ مسلمانوں کے کیلنڈر کا آغاز نبی اکرمؐ کے یوم ولادت سے کیا جائے تو

AsliAhleSunnet.com

حضرت عمرؓ نے سختی کے ساتھ اس بات کی تردید فرمائی اور کہا کہ ،، کیا تم ہمیں نصرانیت کی طرف لے جانا چاہتے ہو؟ پھر یہ بات طے پائی کہ مسلمانوں کا کیلنڈر واقعۂ ہجرت کے دن سے شروع کیا جائے۔ اسی لیے مسلمانوں کا سال سنہ ہجری کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قمری تاریخوں کا ایک مقام سے دوسرے مقام پر مختلف ہونا ثابت اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ اگر حضور اکرمؐ کی تاریخ پیدائش ۱۲ ر ربیع الاول ہی تسلیم کرلی جائے تو اس مخصوص یوم ولادت کو برصغیر میں تاریخ ۱۰ ر یا ۱۱ ر ربیع الاول رہی ہوگی اور الجزائر و نائجیریا وغیرہ میں ۱۳ ر یا ۱۴ ر ربیع الاول کو۔ اور اگر برصغیر میں منایا جاتا ہو تو ۱۰ ر و ۱۱ ر ربیع الاول کو منایا جانا چاہیے تاکہ وہی باسعادت دن سب کو یکساں طور پر مل سکے لیکن فی الواقعہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ افریقی ممالک میں میلاد النبیؐ دو یوم قبل اور برصغیر میں دو یوم بعد منایا جاتا ہے جو خود اس کے بطلان کی صریح دلیل ہے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ خوشی کے موقع پر اگر اقارب میں سے کسی کی موت واقع ہوگئی ہو تو اس دن کے تمام رسومات و پروگرام منسوخ کردیے جاتے ہیں اور ہر آدمی رنج و غم میں مبتلا نظر آتا ہے۔ ہماری بدنصیبی، جہالت اور بے وقوفی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ ہم ۱۲ ر ربیع الاول کو رحمت للعالمین اکرم ولد آدم، صاحب لواء الحمد اور افضل و اکرم الانبیاء کی جدائی پر قلبی رنج و حزن کی کیفیت میں مبتلا ہونے کے بجائے عید سے بڑھ چڑھ کر خوشیاں منائیں۔

کسی بگڑی ہوئی قوم کو صحیح راہِ راست پر لانے کے لیے اُن کے اسلاف کے کارناموں کا ذکر کرنا یقیناً فائدہ مند ثابت ہوتا ہے، مگر اسلاف پرستی کا سہارا لے کر کبھی کوئی قوم آگے نہیں بڑھ سکتی، ورنہ آج مسلمان ساری دنیا پر حکومت کرتے نظر آتے۔ پھر یہ وقت اپنے اسلاف کے کارنامے فخریہ بیان کرنے کا ہے اور نہ بدعتی رسومات و مجالس کے اہتمام کرنے کا۔ اس وقت مسلمان ہر شعبہ میں اغیار کا دست نگر بنا ہوا ہے، لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ کسی ایسی ہستی کو وجود میں لایا جائے جو ان بدعتی عقائد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور دشمنانِ اسلام کا منہ توڑ جواب دے سکے۔ ایسی ہستیاں کسی میلاد یا رسم و رواج اور وعظ و نعت خوانی سے ہرگز پیدا نہیں ہوسکتیں بلکہ اپنے آپ کو طوفان میں ڈال دینے اور خالص شریعت کی پابندی کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ سے ہی پیدا ہوسکتی ہے۔

اگر حضور اکرمؐ کی تعلیمات کو چھوڑ کر ہم صرف عید میلاد یا شب برأت یا ان جیسی دوسری تمام بدعتی روایات پر عمل کرنے سے ہی دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی حاصل کرسکتے تو اس سے زیادہ خرافات و رسومات پر عمل کرنا مزید درجات بلند کرنے میں ممد و معاون ہوسکتا ہے۔ پچھلی آٹھ صدیوں سے ہم اس میلاد النبی پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں لیکن کیا کبھی

(باقی ص ۳۹ پر)

AsliAhleSunnet.com

خدا، کائنات کی فطری ضرورت

مولانا شکیل احمد اثری ، مدرسہ کنز العلوم ، نگپورہ ، نیپال

فطرت (NATURE) ایک غیر مرئی حقیقت ہے ، ہر اس مخلوق کے وجود کے ساتھ موجود ہے ، جس کو قدرت کے مخفی ہاتھوں نے دنیا کی وسیع و عریض سطح پر نمودار کر رکھا ہے ۔ گویا فطرت تخلیقی سمندر کا ایک ایسا گھاٹ ہے ، جس کو عبور کیے بغیر کسی بھی مخلوق کا معرضِ وجود میں آنا ممتنع و محال ہے ۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہر مخلوقاتِ ارضی و سماوی میں سے ہر ایک کی تخلیق و پیدائش ایک جداگانہ فطرت کی حامل ہے ۔ لیکن جملہ کائنات کی مخلوقات میں انسان کے لیے بحیثیت اعلیٰ و اشرف ایک ایسی فطرت کا ہونا ضروری ہے ، جس کے اندر ماوراء دنیا ایک ایسی شخصیت کے وجود کا تصور ہونا چاہیے ، جس کے اشاروں کنایوں اور مشیئتوں کے بل پر ہی کائنات کے اندر موجود مشینوں کے کل پرزوں کو حرکت نصیب ہو رہی ہے ۔

گویا فطرتِ انسانی خدا کی متقاضی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا ہر انسان ماوراء دنیا ایک ایسی بے مثال طاقت کے وجود کا اعتقاد رکھتا ہے ، جس کے ہی اشاروں پر دنیا کی ہر شے مائل بہ ارتقاء نظر آ رہی ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس اَجے شکتی کی تلاش و جستجو کا انداز جداگانہ ہے ۔ چنانچہ پورے عالم انسانی میں کوئی بھی فرد ایسا نہیں جو من کل الوجوہ خدا کا منکر ہو ۔ یہاں تک کہ کارل مارکس اور لینن جن کے سلسلہ میں ایک عام رجحان منکرِ خدا ہونے کا ہے ، انھوں نے بھی ماوراء دنیا ایک اَجے شکتی کے وجود کا تصور کیا تھا لیکن دنیاوی سیاست کے داؤ پیچ میں یہ بات کچھ اس طرح دب گئی کہ ان کا یہ تصور خداوندی مکمل انکار کی صورت اختیار کر بیٹھا اور دنیا کی نظروں میں یہی رجحان پرورش پا گیا ۔ موجودہ دور میں اس کے متبعین کے یہاں بھی خدا بیزاری کا رجحان مائل بہ لطافت نظر آ رہا ہے ۔ چنانچہ روس اور چین کی موجودہ حالت اس کی غماز ہے ۔ یہ فطرت کا تقاضا ہی ہے کہ انسان اپنی تشنگیِ خداوندی کو بجھانے کے لیے اپنے ذہن و فکر پر چھائے ہوئے تصور کے سبب پیدا شدہ ہیجانی و بے تابانہ احوال و کوائف کو مختلف شکلوں میں خدا کے وجود کی تعیین کر کے دور کرتا ہے اور اسی میں اس کو آتما کی شانتی نصیب ہوتی ہے ۔ کوئی مٹی کی مورتوں کے سامنے

AsliAhleSunnet.com

جل دے کر، کوئی پتھر کے تراشیدہ بتوں کے سامنے سر جھکا کر، کوئی درختوں اور سمندروں کے سامنے گھٹنے ٹیک کر، اور کوئی دیش کے کسی مہان دیکتی یا راجہ کے سامنے ہی اپنی کج فہمی و غلط اندیشی کے سبب ہاتھ جوڑ کر اپنی فطری پکار کا مداوا ڈھونڈتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ یہ چیزیں وقتی شانتی تو دیتی ہیں لیکن ان کا مستقبل ہلاکت خیز و تباہ کن اثرات و نتائج کا حامل ہے۔

اس سلسلہ میں اگر مذاہب عالم کا تجزیہ کیا جائے تو شاید کوئی بھی مذہب ایسا نہیں ملے گا، جس نے اپنے متبعین کی بیتاب و مضطرب روحوں کی تسکین کی خاطر تصورِ خداوندی کا تحفہ پیش نہ کیا ہو۔ لیکن افسوس ہے ان مذہبی ٹھیکیداروں پر جو مذاہب کے اصل ماخذ و مواد سے ہٹ کر یا اس کو غلط معنی پہنا کر خدا کے اس مکمل تصور سے دور رکھ کر متبعین کو ایک ریگستان کی سیر کرائی، جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر فطری دین ہے جس نے انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل کا مکمل پاس و خیال کیا ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ کائناتِ انسانی کی پیدائش مذہبِ اسلام پر ہوئی۔ گویا فطرت اسلام پر پیدائش کے سبب ہر انسان کے ذہن و دماغ میں خدا کے مکمل تصور کی فکر گردش کناں رہتی ہے، لیکن ماحول سے متاثر ہونا بھی ایک فطری امر ہے۔ یہی بنیادی سبب ہے جس کی بنا پر انسان آباؤ اجداد کے ماحول کے اندر آنکھیں کھول کر اپنے سادہ و سنجیدہ ذہن پر ان کے باطل اور غلط تصورِ خداوندی کی ہی چھاپ ڈال لیتا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ اسلام فطری دین ہے اور فطرت خدا کی متقاضی ہے، لہٰذا اسلام کے نزدیک خدا کا جو تصور ہے وہی فطرت سے مکمل ہم آہنگ ہے۔ اسلام نے تصورِ خداوندی کے سلسلہ میں عقلی گھوڑا دوڑانے والوں کے لیے لا تدرکہ الابصار وھو یدرکہ ھو اللطیف الخبیر فرمایا۔ یعنی خدا کا حصول موجودہ نگاہیں نہیں کر سکتیں جبکہ خدا ان نگاہوں کا مدرک ہے۔ اللہ باریک بیں ہے اور اس ارشاد کے ذریعہ ان کے آگے بندھ باندھ دیا ہے۔

ایک دوسری آیت لیس کمثلہ شیئ۔ یعنی اللہ کی ذات بے مثال ہے۔ کے ذریعہ تو بتلایا گیا کہ خدا کے سلسلہ میں بیر بارے تک کی بھی گنجائش نہیں۔ خدا کے اس تصور کے بعد ایک انسان اگر عقل کو بروئے کار لاکر خواہ مخواہ اپنی فکری گردش جاری رکھتا ہے تو ریگستانی سفر سے زیادہ مفید نہیں۔ مذاہب سے قطع نظر قد آور دانشورانِ قوم و ملت کے رجحانات و بیانات بھی اس بات کی توثیق کے لیے اوراقِ تاریخ پر آج تک ان کے ذہنی و فکری ترجمان کی حیثیت سے ثبت ہیں کہ خدا فطرت کا ایک جزو لاینفک ہے اگرچہ ان کے اجسام مٹی کی نذر اس صورت میں ہو گئے کہ وہ سیاسی پیچ و خم کی گتھیوں کو سلجھاتے رہے۔

چنانچہ جنوری ۱۹۶۴ء میں مستشرقین کی بین الاقوامی کانفرنس میں ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم نے یہ جملے دہرائے تھے

AsliAhleSunnet.com

"میں ایک سیاستداں ہوں مجھے سوچنے کے لیے وقت کم ملتا ہے، پھر بھی بعض اوقات میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ آخر یہ دنیا ہے کس لیے؟ ہم کیا ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ کچھ طاقتیں ایسی ہیں جو تقدیر بناتی ہیں۔"

اس حقیقت کو ایک جرمن فلسفی ریل (RAIL) نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"انسان تن کو سیدھا کھڑا نہیں رکھ سکتا، جب تک کوئی ایسی چیز اس کے ساتھ موجود نہ ہو جو خود اس سے بلند تر ہے، وہ کسی بلند چیز کے دیکھنے کے لیے ہی سر اوپر کر سکتا ہے۔"

بلندی کا یہ نصب العین یا جواہرلال نہرو کا تقدیر ساز شخصیت کے سلسلہ میں تصور دراصل خدا کے علاوہ کسی اور ذاتِ بیمثال کی طرف غماز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ سیاست، سائنس و دیگر دنیاوی شعبہ جات سے متعلق دانشوروں اور مفکرین کے ایسے بیانات ملتے ہیں، جن کے اندر تصورِ خداوندی کا عکس اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔ بعض سخت دل اور عجلت پسند مفاد پرست حضرات ظاہراً اگرچہ خدا کا تصور نہیں رکھتے اور اپنے بے مغز، بے حقیقت جملوں کے ذریعہ خدا کا انکار کرتے ہیں، لیکن جب ان کے اوپر کوئی مصیبت آتی ہے یا حادثہ رونما ہوتا ہے تو بے ساختہ ان کی زبان پر خدا، رام، ایشور یا گاڈ GOD کے الفاظ آجاتے ہیں۔ ذرا ہم تصور کریں، ایسے انسان کا جو سمندر کی طوفانی لہروں میں کسی ایسی جگہ گھرا ہو جہاں کہیں سے کوئی کمک یا تعاون کی امید نہ ہو۔ کیا اس وقت خدا اور ایشور کے علاوہ کسی اور کا لفظ زبان پر آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ دراصل یہ فطرت کے اندر مخفی تصورِ خداوندی ہی کا نتیجہ ہے۔

فطرت کا ہی تقاضا تھا کہ اپالو ۱۵ میں امریکہ کے جو تین افراد چاند پر گئے تھے، ان میں ایک کرنل جیمس اروِن نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ "اگست ۱۹۷۲ء کا وہ لمحہ میرے لیے بڑا عجیب تھا، جب میں نے چاند کی سطح پر قدم رکھا میں نے وہاں پر خدا کی موجودگی کو محسوس کیا۔ انھوں نے کہا کہ اس وقت میری روح پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ خدا بہت قریب ہے، خدا کی عظمت مجھے اپنی آنکھوں سے نظر آرہی تھی۔ چاند کا سفر میرے لیے صرف ایک سائنسی سفر نہیں تھا، بلکہ اس سے مجھے روحانی زندگی نصیب ہوئی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ خدا کے سلسلہ میں ہم متضاد نظریوں کی تردید کرتے ہوئے فطرت کے علمبردار مذہب اسلام کی پیش کردہ حقیقت سے دنیا کو روشناس کرائیں۔

•••

AsliAhleSunnet.com

تکبیر اولیٰ کے ساتھ چالیس نمازیں؟

غازی عزیر ـ سعودی عرب

محدث ماہ جون ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں "مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کی شرعی حیثیت" پر بحث کرتے ہوئے ضمناً ترمذی کی یہ روایت ذکر کی گئی تھی کہ جو شخص خالصاً اللہ کے لیے چالیس دن با جماعت تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز پڑھے، اس کے لیے دو برائتیں لکھ دی جاتی ہیں (۱) جہنم سے برأت (۲) نفاق سے برأت۔

امام ترمذی کی تخریج کردہ اس حدیث کو علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے اپنی "صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ" میں "حسن" قرار دیا ہے[1] اور "سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ وشئ من فقہھا و فوائدھا" میں وارد کر کے اس کے تین طرق پر بالتفصیل بحث فرمائی ہے اور اختتام بحث پر لکھتے ہیں: "فی الجملہ ان طرق میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو علت سے بالکل خالی ہو، مگر ان تمام کا مجموعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے۔ الخ"[2]

چونکہ تکبیرۂ اولیٰ کی فضیلت میں وارد حدیث میں بھی "جہنم و نفاق سے نجات" اور صوفیا کے مخصوص فضیلت والے عدد چالیس کا ذکر مشترک ہے، لہٰذا مولانا زکریا صاحب مرحوم (سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور یوپی) اپنی مشہور تصنیف "تبلیغی نصاب" میں جامع ترمذیؒ کی مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد اس سے "چلہ کشی" کے اثبات کے لیے دلیل فراہم کرنے کا فائدہ کس چابکدستی کے ساتھ اخذ کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

"ف یعنی جو اس طرح چالیس دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع سے امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اس وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ جہنم میں داخل ہوگا نہ منافقوں میں داخل ہوگا۔ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں

---

[1] صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ للالبانی ج ۲ ص ۱۰۸۹
[2] سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۴ ص ۶۳۰-۶۳۱

AsliAhleSunnet.com

چالیس دن کو خاص دخل ہے۔ چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے، اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک، اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے صوفیا کے یہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی برسوں بھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی،،[۳]

مناسب بلکہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ تکبیر اولیٰ کی فضیلت میں وارد اس حدیث پر بھی کچھ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے۔ اس حدیث کے متعلق امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

،، یہ حدیث حضرت انس سے موقوفاً مروی ہے اور میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہو بجز مندرجہ بالا روایت کے جسے سلم بن قتیبہ نے طعمہ بن عمرو سے روایت کیا ہے۔ اور جو روایت حبیب بن ابی حبیب البجلی عن انس بن مالک مروی ہے اور اسی طرح جسے ہناد نے وکیع عن خالد ابن طہمان عن حبیب بن ابی حبیب البجلی عن انس روایت کیا ہے وہ مرفوعاً مروی نہیں ہیں، اس حدیث کو اسماعیل بن عیاش نے عمارہ بن غزیہ عن انس بن مالک عن عمر بن الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، لیکن یہ حدیث غیر محفوظ اور مرسل ہے کیونکہ عمارہ بن غزیہ نے حضرت انس بن مالک کا زمانہ نہیں پایا ہے۔،،[۴]

امام ترمذی کی اس حدیث کو امام ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب ،،العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ،، میں وارد کر کے اس کے مرتبہ کو گرایا ہے مگر اس پر خود کچھ کلام نہ کر کے صرف امام ترمذیؒ کا مذکورہ بالا کلام نقل فرمایا ہے۔[۵]

اب ذیل میں اس حدیث کے جملہ طرق پر بحث پیش کی جاتی ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والی مرفوع حدیث جس کو علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظ اللہ نے ،،سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ،،[۶] میں اور مولانا محمد زکریا صاحب مرحوم نے ،،فضائل نماز باب دوم (تبلیغی نصاب[۷]) میں جامع ترمذیؒ کی روایت کے لیے شاہد بیان کیا ہے۔ اس کی تخریج ابن ماجہؒ نے اپنی ،،سنن[۸]،، میں کی ہے۔

---

[۳] تبلیغی نصاب (فضائل نماز باب دوم) مصنفہ مولانا محمد زکریا صاحب ص ۳۸۸ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان [۴] جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج۱ ص ۲۰۱۔ [۵] العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ لابن الجوزی ج۱ ص ۴۳۵۔۴۳۶ [۶] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ الموضوعۃ للالبانی ج۱ ص ۳۶۶ [۷] تبلیغی نصاب (فضائل نماز) للزکریا ص ۳۸۸۔ [۸] سنن ابن ماجہ ص ۵۸

AsliAhleSunnet.com

اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "من صلّی فی مسجد جماعة اربعین لیلة لا تفوته الرکعة الاولیٰ من صلوٰة العشاء کتب الله له بها عتقا من النار۔"

سنن ابن ماجہؒ کی اس روایت کے متعلق امام ترمذیؒ کا قول اوپر نقل کیا جا چکا ہے کہ یہ حدیث غیر محفوظ اور مرسل ہے کیوں کہ عمارہ بن غزیہ نے حضرت انس بن مالک کا زمانہ نہیں پایا ہے۔[۹] لیکن حضرت عمر بن الخطابؓ کی اس حدیث میں ایک اور علت اسماعیل بن عیاش کا عمارہ بن غزیہ سے روایت کرنا بھی ہے۔ اسماعیل بن عیاش وہ راوی ہے جس کے متعلق علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "اپنے شہر والوں سے روایت کرنے میں صدوق لیکن ان کے علاوہ دوسروں سے روایت کرنے میں مخلط ہے۔" علامہ موصوف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔ اس کی توثیق میں محدثین کا اختلاف ہے۔ اس کی وہ حدیث جسے وہ شامیوں سے روایت کرے اکثر کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔" ابن معین اور ابن حبان نے اپنی ثقات میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ تدلیس کرتا ہے۔" امام نسائی فرماتے ہیں: "ضعیف ہے" علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابو حاتم نے فرمایا، اس میں لچک ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر شامیوں سے روایت کرے تو صحیح ہے اور اگر ان کے علاوہ کسی اور سے روایت کرے تو محل نظر ہے۔ ابن حبانؒ کا قول ہے کہ اپنی احادیث میں بہت غلطیاں کرتا ہے۔ چنانچہ حد احتجاج سے خارج ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن معین کو فرماتے ہوئے سنا کہ اسماعیل بن عیاش ثقہ ہے۔ ابن خزیمہؒ کا قول ہے کہ وہ حجت نہیں ہے۔ فسویؒ کا قول ہے کہ ایک قوم نے اسماعیل پر کلام کیا ہے، وہ ثقہ اور عادل ہے۔ اکثر جن لوگوں نے اس پر کلام کیا ہے، ان کا قول ہے کہ حجاز کے ثقات سے غرائب بیان کرتا ہے۔ عباسؒ یحییٰؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ثقہ ہے۔ ابن ابی خیثمہؒ نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ اہل شام کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں۔ دحیمؒ کا قول ہے کہ وہ شامیین میں غایت درجہ ہے، لیکن مدنیین میں خلط کا شکار ہے۔" عقیلی فرماتے ہیں: "اگر غیر اہل شام سے روایت کرتا ہے تو اس میں اضطراب اور خطا کا شکار ہوتا ہے۔"

اسماعیل بن عیاش کے تفصیلی ترجمہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں الضعفاء والمتروکون النسائیؒ، مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروان، تغلیق التعلیق لابن حجرؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تعریف اہل التقدیس لابن حجرؒ، تاریخ یحییٰ بن معینؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، والتعدیل لابن حاتمؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبی، معرفة الرواة للذہبیؒ، کاشف للذہبیؒ، سوالات ابن ابی شیبہؒ، تعلی بن مدینیؒ، تذہیب الکمال فی اسماء الرجال للخزرجیؒ، تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکرؒ، تحفة الاحوذی للمبارکفوریؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول، سلسلة

۹ جامع الترمذی مع تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۲۰۱۔

AsliAhleSunnet.com

الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی وغیرہ۔ نلہ

چونکہ حضرت عمر ابن الخطابؓ والی اس حدیث کو اسماعیل بن عیاش نے ایک غیر شامی راوی (عمارہ بن غزیہ جو مدنی ہیں) سے روایت کیا ہے لہٰذا اس کی یہ روایت غیر محفوظ اور قطعی ناقابلِ احتجاج ہے۔ چنانچہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی یا مولانا زکریا مرحوم کا شہادت لانا ایک بڑی خطا ہے۔

امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی "التلخیص الحبیر" میں تکبیرِ اولیٰ کی فضیلت میں امام ترمذیؒ کے طریق سے آنے والی حضرت انس بن مالک کی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس پر اور اس باب میں وارد دوسری روایات پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

"امام ترمذیؒ نے اس کو حضرت انس کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس کی تضعیف کی ہے۔ اسے بزارؒ نے بھی روایت کیا، اور اس سے استغراب کیا ہے۔ یہ حدیث عن انس عن عمر بھی مروی ہے جسے ابنِ ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے بھی ابن ماجہ کی روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہی حدیث سنن سعید بن منصورؒ میں بھی ابن عمر سے مروی ہے، لیکن یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس کا مدار اسماعیل بن عیاش پر ہے جو غیر شامیین سے روایت کرنے میں ضعیف ہے اور اس کی یہ روایت ایک مدنی شخص سے ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اس باب میں جو کچھ اختلاف کیا ہے، اس کا مفصل تذکرہ العلل میں کیا ہے اور اس کی تضعیف فرمائی ہے"۔ للہ

تکبیرِ اولیٰ کی فضیلت میں وارد آیت کا ایک اور موقوف طریق جس کی طرف امام ترمذیؒ نے اوپر اشارہ

نلہ ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ ترجمہ ۳۱، مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۵۱، تغلیق التعلیق لابن حجر ج ۱ ص ۲۶۶-۲۰۰، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۷۳، تعریف اہل التقدیس لابن حجر ص ۸۲، تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۳۶، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۳۶۹، ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۱ ص ۸۸-۹۰، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۲ ص ۱۹۱، کامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۱ ص ۲۸۸، میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۲۴۰، معرفۃ الرواۃ للذہبی ص ۷۰، کاشف للذہبی ج ۱ ص ۱۲۷، سؤالات ابن ابی شیبہ لعلی بن مدینی ص ۱۶۱، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال للخزرجی ج ۱ ص ۹۲، تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۳ ص ۴۲، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۱۲۳، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۱ ص ۱۶، ۱۲۲، ج ۳ ص ۲۵، ۶۰، ج ۴ ص ۳۸، ج ۶ ص ۲۸۱، ج ۹ ص ۲۸۵، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ ص ۲۵۰-۲۵۱، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی ج ۱ ص ۲۸، ۴۰، ۴۵، ۸۵، ج ۲ ص ۸۷، ۱۰۲، ۱۳۱، ۱۷۲، ۲۶۱،

AsliAhleSunnet.com

فرمایا ہے، اس طرح ہے: "عن خالد ابن طهمان عن حبيب بن ابى حبيب عن انس بن مالك"[۱۱]۔ اس طریق کی تخریج اسلم الواسطی نے اپنی تاریخ میں دو طرح فرمائی ہے۔ (۱) "عن ابى العلاء الخفاف عن حبيب بن ابى حبيب عن انس بن مالك" اور (۲) "عن مؤمل بن اسماعيل عن سفيان عن خالد عن ابى عمرو عن انس بن مالك"[۱۳]۔

ترمذی اور واسطی کے ہر دو طرق میں ایک راوی "خالد" جس کا مکمل نام "خالد بن طهمان ابو العلاء الخفاف السلولی الکوفی" ہے۔ اس راوی کے متعلق یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ "ضعیف" ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ "اس کی توثیق کی گئی ہے لیکن ابن معین نے اس کی تضعیف کی ہے، وہ اپنی وفات سے دس سال قبل اختلاط کا شکار ہوگیا تھا، لیکن اس سے پہلے ثقہ تھا۔" امام ابن حجر عسقلانی کا قول ہے کہ "صدوق تھا، اس پر تشیع کا الزام ہے، پھر وہ اختلاط بھی کرتا تھا۔" علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ "ابو حاتم اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ خطا اور وہم کرتا تھا۔" علامہ ناصر الدین الالبانی فرماتے ہیں کہ "صدوق تھا مگر اختلاط کرتا تھا۔" ابن طہمان کے تفصیلی ترجمہ کے لیے الضعفاء الکبیر للعقیلی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی، تقریب التہذیب لابن حجر، مجمع الزوائد للہیثمی، فہارس مجمع الزوائد للزغلول اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔[۱۴]

امام ترمذی اور اسلم واسطی کے پہلے طریق میں ایک اور راوی حبیب بن ابی حبیب ابو عمرو البجلی البصری نزیل الکوفہ ہے، جسے علامہ ابن حجر عسقلانی "مقبول"[۱۵] بتلاتے ہیں۔ علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوری اور علامہ محمد ناصر الدین الالبانی بیان کرتے ہیں کہ "ابن حبان نے اس کا تذکرہ اپنی کتاب الثقات میں کیا ہے۔"[۱۶]

← ج ۳ ص ۲۳۰، ۳۰۳، ۳۰۹، ۴۷۷، ۵۲۸، ۵۵۳، ۶۴۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج ۱ ص ۵۰، ۱۸۰، ۲۸۴، ۳۷۲، ۳۹۴، ۴۳۱، ج ۲ ص ۱۸۱، ۵۳۶، ۶۶۰، ۶۹۹، ج ۴ ص ۲۳۰، ۳۸۰، ۴۶۴، ۵۱۶، ۵۶۵

[۱۱] تلخیص الحبیر لابن حجر ص ۱۲۱ وکذا فی تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۲۰۱، ۲۰۲ [۱۲] جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۰۱ - ۲۰۲ [۱۳] تاریخ الواسط ص ۴۰ [۱۴] الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۲ ص ۱۱، میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۶۳۲، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۱۴، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۵ ص ۱۹۶، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ ص ۲۸۳، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج ۴ ص ۶۳۰۔ [۱۵] تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۱۴۸

[۱۶] تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۲۰۱، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج ۴ ص ۶۳۰۔

AsliAhleSunnet.com

اسلم واسطیؒ کے آخر الذکر طریق میں خالد بن طحمان کے علاوہ ایک دوسرا راوی "ابوعمیرہ" ہے، جس کے متعلق علامہ ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ابوعمیرہ ثقہ ہے اور وہ انس بن مالک کا فرزند ہے"۔[۱۷] لیکن یہاں علامہ البانی کو وہم ہوا ہے، کیوں کہ یہ ابوعمیرہ دراصل "حبیب الاسکاف کوفی" ہے جو حضرت انس سے روایت کرتا ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اسے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکون" میں وارد کیا ہے۔ امام ذہبیؒ بھی اس کے متعلق فرماتے ہیں: "اس سے عن انس احادیث مروی ہیں، دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ "وہ متروک ہے"۔ ابوعمیرہ کے تفصیلی ترجمہ کے لیے الضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، لسان المیزان لابن حجر عسقلانیؒ اور مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروان وغیرہ کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔[۱۸]

حبیب الاسکاف ابوعمیرہ الکوفی کے اس طریق کی طرف علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے بھی ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے:

"اور جہاں تک حبیب الاسکاف کا تعلق ہے تو اس کا طریق دوسرا ہے، جسے ابن الجوزی نے اپنی کتاب العلل میں بکر بن احمد بن محمی الواسطی عن یعقوب بن تحیۃ عن یزید بن ہارون عن حمید عن انس کی مرفوع حدیث کی صورت میں وارد کیا ہے۔ (اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:)

من صلی اربعین یوماً فی جماعۃ صلوٰۃ الفجر وصلوٰۃ العشاء کتب لہ براءۃ من النار وبراءۃ من النفاق۔" پھر (امام ابن الجوزیؒ) فرماتے ہیں کہ بکر اور یعقوب مجہول ہیں"۔[۱۹]

علامہ مبارکپوریؒ کو یہاں وہم ہوا ہے، کیوں کہ امام ابن الجوزیؒ کی بیان کردہ مذکورہ بالا حدیث کی پوری سند "حبیب الاسکاف" نامی راوی سے خالی ہے۔ علامہ موصوف نے امام ابن الجوزیؒ کی جس کتاب "العلل" کا ذکر فرمایا ہے تو اس سے مراد ان کی کتاب "العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ" ہے جس میں امام ابن الجوزیؒ نے اس حدیث کا پورا طریق اسناد یوں بیان کیا ہے: "انا ابو منصور القزاز قال نا ابوبکر احمد بن علی قال نا ابو العلاء الواسطی قال نا بکر بن احمد قال حدثنا ابو یوسف یعقوب بن تحیۃ قال حدثنا یزید بن ہارون قال اخبرنا حمید

---

[۱۷] سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج۴ ص ۶۳۰ [۱۸] ضعفاء والمتروکون للدارقطنی ترجمہ ۱۷۲، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج۱ ص ۹۸، کامل فی الضعفاء لابن عدی، میزان الاعتدال للذہبی ج۱ ص ۴۵۶، مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۳
[۱۹] تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج۱ ص ۲۰۱، ۲۰۲۔

AsliAhleSunnet.com

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... الخ" [۲۰]۔ اس پوری سند میں "حبیب الاسکاف" نامی راوی کا کہیں وجود نہیں ہے، اس سند کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث بیان کرنے کے بعد امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: "یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ علماء نہیں جانتے کہ بکر بن احمد عن یعقوب بن تحیہ کے علاوہ کسی اور نے اس کو روایت کیا ہو اور یہ دونوں مجہول الحال راوی ہیں" [۲۱]

"بکر بن احمد الواسطی" کے متعلق علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "اس کو ابن الجوزیؒ نے مجہول بتایا ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ مجہول نہیں ہے۔" [۲۲]۔ علامہ ذہبی کے اس قول میں بکر بن احمد کی جس جہالت سے انکار کا ذکر ہے، بظاہر اس سے مراد اس راوی کی جہالتِ عین ہے کیونکہ اس سے ابونعیمؒ، ابوالعلاءؒ اور احمد بن عباسؒ وغیرہ کا سماع ہے، لیکن جہاں تک مذکورہ راوی کی جہالتِ حال کا تعلق ہے تو وہ بدستور قائم ہے۔

اس روایت کے دوسرے راوی "یعقوب بن اسحاق بن تحیۃ الواسطی" کے متعلق علامہ ذہبی اور علامہ ابن عراق الکنانیؒ فرماتے ہیں کہ "ثقہ نہیں ہے اس پر (وضع احادیث کا) اتہام ہے" [۲۳]

تکبیر اولیٰ کی فضیلت میں وارد حدیث کا ایک اور مرفوع طریق بھی ہے، جس سے امام ترمذیؒ واقف نہ تھے۔ اس طریق کی تخریج بھی اسلم الواسطیؒ نے اپنی تاریخ میں اس طرح فرمائی ہے: "ثنا احمد بن اسماعیل قال ثنا اسماعیل بن مرزوق قال ثنا منصور بن مہاجر ابوالحسن ثنا ابو حمزۃ الواسطی عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ" [۲۴]۔ اس طریق کو بیان کرنے کے بعد شیخ اسلم الواسطیؒ فرماتے ہیں کہ "اس میں اباحمزۃ الواسطی کا نام جبیر بن میمون ہے" [۲۵] لیکن علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ "مجھے رواۃ میں ایسا کوئی شخص نہیں ملا جس کا نام جبیر بن میمون ہو بلکہ ظاہری طور پر اباحمزہ "عمران بن ابی عطاء القصاب" ہے جس کے متعلق دولابی اپنی کتاب "الکنیٰ" [۲۶] میں فرماتے ہیں: واسطی سے شعبہ اور ہشیم نے روایت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ مسلمؒ کے رجال میں سے ہے جو اپنے والد ابن عباس اور انس وغیرہ سے روایت کرتا ہے، اس کی توثیق کی گئی ہے، بعض نے اس کی تضعیف بھی کی ہے، پس اگر اس میں متابعت پائی جاتی ہو تو وہ حسن الحدیث ہے۔" [۲۷]

---

[۲۰] علل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ لابن الجوزی ج ۱ ص ۴۳۴-۴۳۵، [۲۱] ایضاً [۲۲] میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۳۴۲، [۲۳] میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۴۴۸ و تنزیۃ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراق الکنانی ج ۱ ص ۱۲۹ [۲۴] تاریخ واسط ص ۲۶۷، [۲۵] ایضاً [۲۶] الکنیٰ للدولابی ج ۱ ص ۱۵۶ [۲۷] سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۳ ص ۱۰۹

AsliAhleSunnet.com

اگر اباحمزۃ الواسطی کو علامہ ناصر الدین الالبانی کے کہنے کے مطابق "جبیر بن میمون" کے بجائے "عمران بن ابی عطاء القصاب" تسلیم کرلیا جائے تو بھی اس کی تخفیف عندالمحدثین مختلف فیہ ہی ہے، چنانچہ امام عقیلی رحؒ نے اس کا ذکر اپنی "الضعفاء الکبیر" میں کیا ہے۔ آں رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کی حدیث میں متابعت نہیں ہوتی۔" علامہ ذہبی فرماتے ہیں: "اس کی توثیق کی گئی ہے۔ ابوزرعہ رحؒ کا قول ہے لین الحدیث ہے۔ ابو حاتم رحؒ اور نسائی رحؒ فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ہے۔ ابوعوانہ رحؒ سے مروی ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ ابن ابی خیثمہ رحؒ نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے۔" عبداللہ بن احمد بن حنبل رحؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ "وہ صالح الحدیث ہے"۔ ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی فرماتے ہیں کہ "صدوق ہے لیکن اسمیں وہم پایا جاتا ہے۔ ابن معین رحؒ، ابن حبان رحؒ، اور ابن نمیر رحؒ کے نزدیک وہ ثقہ ہے"۔ عمران بن ابی عطاء کے تفصیلی ترجمہ کے لیے الضعفاء الکبیر للعقیلی رحؒ، تاریخ یحییٰ بن معین رحؒ، ثقات لابن حبان رحؒ، تہذیب التہذیب لابن حجر رحؒ اور میزان الاعتدال للذہبی رحؒ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں [۲۸]۔

واسطی رحؒ کے اس مرفوع طریق میں ایک دوسرا راوی "منصور بن مہاجر ابوالحسن الواسطی" ہے، جس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ فرماتے ہیں "مستور" یعنی مجہول الحال ہے۔ ابن طاہر کا قول ہے کہ "منصور غیر معروف ہے"، علامہ ناصر الدین الالبانی فرماتے ہیں کہ "منصور بن مہاجر سے ثقات کی ایک جماعت مثلاً یعقوب بن شیبہ رحؒ وغیرہ نے روایت کی ہے، لیکن اس کی ثقاہت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔" مزید تفصیل کے لیے تقریب التہذیب لابن حجر رحؒ، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی وغیرہ مطالعہ فرمائیں۔ [۲۹]

اس طریق کا ایک تیسرا راوی "اسماعیل بن مرزوق المرادی الکعبی المصری" ہے جس کے متعلق علامہ ناصر الدین الالبانی فرماتے ہیں کہ "اس کا ذکر ابن حبان رحؒ نے اپنی ثقات میں کیا ہے، لیکن طحاوی رحؒ نے اس پر کلام کیا ہے (اور اس طریق کے چوتھے راوی) احمد بن اسماعیل کے متعلق قطعی طور پر کچھ معلوم نہ ہوسکا کیونکہ تاریخ بغداد میں رواۃ کی ایک جماعت کا نام احمد بن اسماعیل ہے"۔ [۳۰]

---

[۲۸] ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۲۹۹، تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۴۳۸، ثقات لابن حبان ج ۵ ص ۲۱۸، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۸ ص ۱۳۵، میزان الاعتدال للذہبی ج ۳ ص ۲۳۹۔ [۲۹] تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۲۷۷، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی ج ۲ ص ۵۹، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۴ ص ۶۲۹،

[۳۰] سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۴ ص ۶۳۰۔

AsliAhleSunnet.com

پس معلوم ہوا کہ اسلم واسطی کا یہ مرفوع طریق بھی علت سے خالی نہیں ہے۔

تکبیر اولیٰ کی فضیلت کے باب میں جو احادیث وارد ہیں اُن پر محدثِ شہیر علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے "تحفۃ الاحوذی فی شرح الترمذی" میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے، فجزاہ اللہ۔ علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں:

"رافعی نے امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کے ادراک کے سلسلہ میں اسی طرح ایک خبر وارد کی ہے، جس کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے (معجم) الکبیر میں اور عقیلی نے الضعفاء الکبیر میں اور حاکم ابو احمد نے (کتاب) الکنیٰ میں ابی کاہل کی حدیث سے بلفظ مصنف روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ میں "یدرک التکبیرۃ الاولیٰ" کا اضافہ کیا ہے۔ عقیلی فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد مجہول ہے۔ ابو احمد الحاکم کا قول ہے کہ اس کی اسناد قابل اعتماد نہیں ہے۔ عقیلی نے الضعفاء الکبیر میں اسے ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "لکل شئی صفوۃ وصفوۃ الصلوٰۃ التکبیرۃ الاولیٰ"[۳۱]۔ اسے بزار نے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں حسن[۳۲] بن السکن کے علاوہ کوئی مجروح راوی نہیں ہے۔ لیکن بزار فرماتے ہیں کہ فلاں اس سے راضی نہ تھے۔ ابونعیم نے بھی حلیۃ (الاولیاء) میں عبداللہ بن اوفیٰ کی حدیث سے اس کے مثل بیان کیا ہے، لیکن اس میں حسن بن عمارہ[۳۳] ہے جو ضعیف ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اس کو اپنی مصنف میں ابی الدرداء کی مرفوع حدیث سے

---

۳۱ علامہ مبارکپوری نے اوپر حضرت ابوہریرہ کی جس مرفوع حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے اسے امام عقیلی نے الضعفاء الکبیر (ج۱ ص ۲۴۴) میں اور امام ذہبی نے میزان الاعتدال فی نقد الرجال (ج۱ ص ۴۹۳) میں "حسن بن السکن" کے ترجمہ میں اس طرح بیان کیا ہے: "حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی قال حدثنا سوید بن سعید قال حدثنا الحسن بن السکن عن الاعمش عن ابی ظبیان عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل شئی صفوۃ و صفوۃ الصلاۃ التکبیرۃ الاولیٰ۔"

۳۲ حسن بن السکن کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں: "امام احمد نے اس کی تضعیف کی ہے" (میزان الاعتدال للذہبی ج۱ ص ۴۹۳) اور عقیلی فرماتے ہیں "وہ اعمش سے روایت کرتا ہے، اس کی کوئی متابعت نہیں کرتا اور وہ اس کے بغیر معروف نہیں ہے۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حسن بن السکن جو اعمش سے روایت کرتا ہے منکر الحدیث ہے" (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج۱ ص ۲۴۴)

۳۳ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے "الحلیۃ الاولیاء" لابونعیم میں وارد عبداللہ بن اوفی کی حدیث کے ایک ضعیف راوی "حسن بن عمارہ" کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہ وہ راوی ہے جسے امام نسائی نے "متروک الحدیث" بتایا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ←

AsliAhleSunnet.com

اس طرح روایت کیا ہے: لکل شئی الف وان الف الصّلوٰۃ التکبیرۃ الاولیٰ فحافظوا علیھا۔ اس کی اسناد میں مجہول رواۃ ہیں۔ تکبیرۂ اولیٰ کی فضیلت کے بارے میں سلف سے کثیر تعداد میں اقوال منقول ہیں۔ طبرانی ؒ نے طے کے ایک شخص نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعودؓ مسجد کے لیے (گھر سے) نکلے تو تیز روی کے ساتھ چلنے لگے، لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں، جبکہ آپ خود ایسا کرنے سے منع فرماتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: انما اردت حد الصّلوٰۃ التکبیرۃ الاولیٰ الخ۔ جیسا کہ تلخیص وغیرہ میں مذکور ہے۔" ۳۵

← ابن عیینہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ امام احمدؒ کا قول ہے کہ میں نے اس کی ستر حدیثیں دیکھی ہیں، لیکن ان کی کوئی اصل نہیں ہے" علامہ عجلیؒ فرماتے ہیں: "اس کو ضعیف گردانا اور اس سے حدیث روایت کرنا ترک کیا گیا ہے۔" علامہ ابن عراق الکنانیؒ فرماتے ہیں: "ابن مدینیؒ کا قول ہے کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا۔" حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اسے "متروک" بتایا ہے۔ علامہ ابن حبان البستیؒ فرماتے ہیں: "یحییٰ بن معینؒ کا قول ہے کہ حسن بن عمارہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ابو حاتم الرازیؒ کا قول ہے کہ حسن بن عمارہ ثقات کے ساتھ تدلیس کرتا ہے۔" امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "ابو داؤدؒ نے شعبہؒ کے متعلق بیان کیا کہ وہ حسن بن عمارہ کی تکذیب کرتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ نے اسے متروک کہا ہے۔ ابن معینؒ کہتے تھے کہ اس کی حدیث کچھ بھی نہیں ہوتی۔ ابن المدینیؒ فرماتے تھے کہ شعبہؒ اس سے احتجاج نہیں کرتے تھے، جوزجانیؒ نے اسے ساقط کیا ہے۔ ابو حاتمؒ، مسلمؒ، دارقطنیؒ اور ایک جماعت نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ علامہ ہیثمیؒ نے بھی تقریباً یہی اقوال نقل کیے ہیں، حسن بن عمارہ کے تفصیلی ترجمہ کے لیے الضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ ترجمہ ۱۸۶، الضعفاء والمتروکون للنسائیؒ ترجمہ ۱۴۹، الضعفاء الصغیر للبخاریؒ ترجمہ ۶۶، تاریخ الکبیر للبخاریؒ ج۱ ص ۳۰۳-۳۰۲، تاریخ الصغیر للبخاریؒ ج۲ ص ۱۱۷، معرفۃ والتاریخ للبسویؒ ج۳ ص ۴۳، علل لابن حنبلؒ ج۱ ص ۳۳۷، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج۱ ص ۲۳۷-۲۴۱۔ جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ ج۱ ص ۲۷، مجروحین لابن حبانؒ ج۱ ص ۲۲۹، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج۲ ص ۶۹۸، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج۱ ص ۵۱۴، تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ ج۱ ص ۱۶۹، تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ ج۲ ص ۳۰۶، تعریف اہل التقدیس لابن حجر عسقلانیؒ ص ۱۴۰، معرفۃ الثقات للعجلیؒ ج۱ ص ۲۹۹، تاریخ بغداد للخطیب بغدادیؒ ج۷ ص ۳۴۵، طبقات الکبریٰ ج۶ ص ۲۵۶، مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۸۵، ۳۰۲-۳۰۴، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ ج۱ ص ۱۷۷، کشف ص ۱۳۹، تنزیۃ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراق الکنانیؒ ج۱ ص ۵۰، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمیؒ ج۱ ص ۲۶۴، ج۳ ص ۳، ۷، ۹، ۷، ج۱۰ ص ۲۵۴، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج۳ ص ۲۷۹، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج۱ ص ۲۲۳، ۴۳۴، ۴۶۳، ج۲ ص ۲۰، ج۳ ص ۶۶ اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج۲ ص ۵۰۱، ۶۶۰ وغیرہ کی طرف مراجعت فرمائیں۔ ۳۵ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج۱ ص ۲۰۱، ۲۰۲۔

AsliAhleSunnet.com

علامہ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (م ۹۰۲ھ) نے "المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ" میں علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحی (م ۱۱۶۲ھ) نے "کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتھر من الاحادیث علی السنۃ الناس" میں اور علامہ ناصر الدین حفظ اللہ نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ و الموضوعۃ" میں حدیث: "جس نے چالیس صبح اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص اختیار کیا تو اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے ظاہر ہونے لگتے ہیں"[۳۶] کے ضمن میں علامہ قضاعی رح کے متعلق نقل کیا ہے کہ آں رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا: "اس سے مراد عشاء و فجر میں باجماعت حاضر ہونا ہے کیوں کہ جو ان میں چالیس دن حاضر ہو کر تکبیر اولیٰ کو پالے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ دو چیزوں سے برأت لکھ دیتا ہے۔ اول جہنم سے برأت، دوم نفاق سے برأت"[۳۷]۔

علامہ سخاوی رح اور علامہ اسماعیل عجلونی رح فرماتے ہیں کہ اس کو ابوالشیخ رح نے اپنی کتاب "الثواب" میں حضرت انس سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: "من ادرک التکبیرۃ الاولیٰ مع الامام اربعین صباحاً کتب اللہ لہ برأتین برأۃ من النار و برأۃ من النفاق۔"[۳۸] لیکن ابوالشیخ رح کی مذکورہ بالا حدیث بھی علت سے خالی نہیں ہے۔

مختصراً یہ کہ تکبیر اولیٰ کے ادراک کی فضیلت اپنی جگہ مسلم اور بلاشبہ بہت کچھ ہے، چنانچہ اس باب میں سلف صالحین سے کثیر تعداد میں آثار بھی منقول ہیں، لیکن محض چالیس دن تکبیر اولیٰ کی حفاظت کرنے والے کے لیے جہنم و نفاق سے برأت کا لکھ دیا جانا انتہائی مشتبہ اور مشکوک امر ہے۔ اس ضمن میں وارد جملہ روایات کے ضعف سے قطع نظر اس امر کو جو چیز مزید مشتبہ اور مشکوک بناتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلسل چالیس دن تکبیر اولیٰ کے ساتھ دنیا کی کسی عام مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا اجر وہی کیونکر ممکن ہے جو مسند احمد اور طبرانی کی دوسری حدیث میں صرف مسجد نبوی میں مسلسل چالیس نمازیں پڑھنے کا بیان کیا گیا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

●●●

---

[۳۶] مسند شہاب للقضاعی رح ج ۱ ص ۳۰، مقاصد الحسنۃ للسخاوی رح ص ۳۹۵-۳۹۶، کشف الخفاء للعجلونی ج ۲ ص ۲۹۲، ۲۹۳، موضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۴۴، ۱۴۵ اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۷، ۳۲۹، تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ لابن عراق الکنانی ج ۲ ص ۳۰۵، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۱ ص ۵۶ وغیرہ۔ (صوفیاء کی چلہ کشی کی تائید میں وارد ہونے والی یہ حدیث موضوع نہیں تو کم از کم انتہائی ضعیف اور قطعاً ناقابل احتجاج مردود ہے۔ تفصیل کے لیے راقم کے مستقل مضمون بعنوان "چلہ کشی" کی طرف رجوع فرمائیں۔ [۳۷] مقاصد الحسنۃ للسخاوی ص ۳۹۵، ۳۹۶، کشف الخفاء للعجلونی ج ۲ ص ۲۹۲، ۲۹۳، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۱ ص ۵۶ [۳۸] مقاصد الحسنۃ للسخاوی ص ۳۹۵-۳۹۶، کشف الخفاء للعجلونی ج ۲ ص ۲۹۲-۲۹۳

AsliAhleSunnet.com

اسلام سے یہودیت اور عیسائیت کا عناد

خالد شفاء اللہ رحمانی
ایم۔ اے۔
(صدر مدرس جامعہ رحمانیہ بنارس)

اسلام ابھی مکہ کی گلیوں میں تھا کہ اس کی مہک ایوانِ یہودیت اور عیسائیت میں پہنچ گئی تھی، چنانچہ مکہ کے قرب وجوار میں بسنے والے یہودی، عیسائی جو مدتہائے دراز سے "نبیِ موعود" کے انتظار میں گھڑیاں گن رہے تھے، جن ان کو معلوم ہوا کہ وہ اسماعیلی نسل میں تشریف لاچکے ہیں تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، وہ غیض وغضب اور حسد وجلن کی بھٹی میں جلنے لگے، موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی بشارتوں کے ظہور نے ان کے اس عقیدہ کو پاش پاش کردیا کہ وہ "نبی منتظر" انھی میں سے ہوگا۔ جب ان کا یقین پختہ ہوگیا کہ نبی کی تمام علامات جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں، اسماعیلی نبی میں پائی جارہی ہیں تو ان کا غصہ اور بھڑک اٹھا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ بلا تردد آپ پر ایمان لاتے اور آپ کو نجات دہندہ تسلیم کرلیتے، مگر وہ ایسا نہ کرکے کذب وافترا پر اتر آئے، حتی کہ اپنی ہی آسمانی کتابوں میں تحریف وتبدیلی کرنے لگے، فطرت کی کجی، گمراہی وضلالت کی تہ در تہ جمی شقاوت نے ان کو حقائق کی دنیا سے دور جا پھینکا۔

اسلام کا سابقہ ابتدا میں ایسے لوگوں سے پڑا جن کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب تھی اور نہ ہی وہ اس کے مدعی تھے، بلکہ وہ ایک روایت پرست قوم تھے، صدیوں سے جو رسم ورواج ان کے باپ دادوں سے چلے آرہے تھے، انھی کو انھوں نے عقائد کا درجہ دے رکھا تھا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے کچھ ان طور طریقوں کو بھی اپنا لیا تھا جو جزیرۂ عرب کے باہر کے باشندوں میں پائے جاتے تھے، چوں کہ وہ آزاد فطرت تھے اس لیے عبادت، پوجا پاٹ میں بھی اپنی انفرادیت برقرار رکھے ہوئے تھے نسل ونسب کی حفاظت میں بڑے غیرت دار تھے۔ اپنے اسماعیلی نسب ہونے پر ان کو بڑا ناز تھا، اسی لیے بڑے تفاخر سے اس کا بیان کرتے تھے، مذہبی امور میں دیومالائی عقائد کے پجاری بن گئے تھے، مگر ان میں کچھ افراد دال میں نمک کے برابر ایسے بھی تھے جو ان خرافات کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، مگر ان کی گنتی انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔ مکہ کے افراد میں مذہبی برتری دیگر قوموں کے مقابلے میں کوئی خاص

AsliAhleSunnet.com

نہ تھی ان کے پاس ایک روایتی مذہب تھا جو پشتینی تھا، اس کے لیے ان کو نہ تو کسی سند کی ضرورت تھی اور نہ ہی کسی کتاب کی۔ بس "وجدنا آباءنا" کافی تھا، یعنی ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایسے کرتے ہوئے پایا ہے، اس لیے ہم بھی کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ غلط ہے یا صحیح، ہم اس کے ذمہ دار نہیں، ایسی قوم سے نبرد آزمائی کے لیے سوائے جنگ و جدال کے کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ وہی ہوا، اسلام کی تمام تر ابتدائی جنگیں اسی قوم سے ہوئیں اور ان کی افرادی قوت ٹوٹنے کے بعد اسلام کا مقابلہ براہ راست مدعیان کتب سماویہ یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے ہوا۔ یہ قوم اپنی نسلی، مذہبی، ثقافتی، برتری کے زعم میں دیگر اقوام عالم کو ہیچ سمجھتی تھی، چونکہ اس زمانے میں بھی یہ سلطنت و حکومت پر قابض تھی۔ اس لیے یہ زعم اور ہی بلند تھا جس طرح آج ہمارے زمانے میں اپنی تکنیکی، سائنسی غلبہ کی وجہ سے مغربی اقوام ترقی یافتہ تسلیم کی جاتی ہیں۔ ذرا تصور کیجیے اس دور کا جب علمی میدان میں یونان و روما کے علماء اور فلاسفر عقل کی بساط بچھائے (بزعم خود) ارتقاء انسانیت کی بنیاد ڈال رہے تھے۔ اور ان کی حکومتیں فنی، تکنیکی، تحقیقی ہتھیاروں سے لیس ہو کر عالم انسانیت پر قہر ڈھا رہی تھیں، جی ہاں! جس طرح روس و امریکا آج اپنی دھاک سائنسی میدان میں بٹھائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح یونان فلسفہ و حکمت کے میدان میں بازی سر کیے ہوئے تھا۔ آج بھی یورپ ان کے مفاخر بیان کیا کرتا ہے، یہی نہیں بلکہ اسلام کی تمام تر علمی خدمات کا سہرا بھی انھی کے سر باندھتا ہے۔ مستشرقین کی کتابوں کا جو گہرائی سے مطالعہ کرتے ہوں گے، ان پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہوگی۔

اسلام جب مکہ سے مدینہ پہنچا تو ان مدعیان حق و صداقت کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا، ان کی ساری چودھراہٹ یکلخت ریت کے گھروندے کی طرح زمین بوس ہونے لگی۔ جس نام نہاد سچائی کو انھوں نے یہودیت اور عیسائیت کے پردے میں پوشیدہ کر رکھا تھا۔ اسلام نے اس پر کاری ضرب لگائی، جس دین ابراہیمی کی یہ تبلیغ کر رہے تھے، اس کا پول کھول کر رکھ دیا۔

وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝

(البقرۃ آیت: ۱۱۰)

اور یہودی کہتے ہیں جنت میں کوئی آدمی داخل ہو نہیں سکتا، جب تک کہ وہ یہودی نہ ہو۔ اسی طرح، عیسائی سمجھتے ہیں جنت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ عیسائی نہ ہو۔ (یعنی ان میں سے ہر گروہ سمجھتا ہے، آخرت کی نجات صرف اسی کے حصے میں آئی ہے اور جب تک ایک انسان اس کی مذہبی گروہ بندی میں داخل نہ ہو، نجات نہیں پا سکتا۔ اے پیغمبر!) یہ ان لوگوں کی جاہلانہ امنگیں اور آرزوئیں ہیں نہ کہ حقیقت حال۔

AsliAhleSunnet.com

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا، قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥

(البقرۃ آیت : ۱۳۵)

یہودیوں نے کہا یہودی ہو جاؤ، ہدایت پاؤ گے، نصاریٰ نے کہا نصرانی ہو جاؤ۔ ہدایت پاؤ گے، لیکن تم کہو نہیں! (خدا کی عالمگیر سچائی ان گروہ بندیوں میں محدود نہیں ہو سکتی) اس کی راہ تو وہی "حنیفی" راہ ہے جو ابراہیم کی راہ تھی یعنی تمام انسانی طریقوں سے منہ موڑنا اور صرف خدا کے سیدھے سادے فطری طریقہ کا ہو رہنا۔) اور یقیناً وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

تم ان سے کہو اگر تم اپنے زعم میں سچے ہو، تو ثابت کرو، تمہارے دعویٰ کی دلیل کیا ہے۔ (ترجمہ مولانا آزاد رح)

یہودی اور عیسائی یہ دو قومیں جو اپنے آپ کو حق و صداقت کی داعی کہتی ہیں، کیا یہ حقیقت میں پیروان موسیٰ و عیسیٰ ہیں؟ قرآن کہتا ہے کہ ان نبیوں نے جو تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کی تھیں، وہی میں پیش کر رہا ہوں، ان کی دعوت تو یہی تھی نا! وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ط يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ، اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ، قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ٥ ۱۳۱ تا ۱۳۳ البقرۃ

اور پھر اسی طریقہ کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور (اس کے پوتے) یعقوب نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی۔ انھوں نے کہا: "اے میرے بیٹو! خدا نے تمہارے لیے اس دین (حقیقی) کی راہ پسند فرمالی ہے، تو دیکھو دنیا سے نہ جانا مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔ (یعنی فرمانبردار رہو)۔"

پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کے سرہانے موت آکھڑی ہوئی تھی اور اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟، انھوں نے جواب دیا اسی خدائے واحد کی جس کی تو نے عبادت کی ہے اور تیرے بزرگوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحاق نے کی ہے، اور ہم اس کے حکموں کے فرمانبردار ہوئے۔"

(ترجمہ مولانا آزاد رح)

AsliAhleSunnet.com

اسلام نے ان تمام مزعومات کو جو یہودیوں اور عیسائیوں نے گھڑ رکھے تھے یک قلم غلط اور باطل ٹھہرایا اور بتایا کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل و اسحاق سے لے کر دوسرے تمام انبیاء تک ہر ایک کی دعوت حق پرستی اور قانون سعادت کی فرمانبرداری کی تھی نہ کہ فرقہ بندیوں، گروہ بندیوں کی۔ سچائی کی راہ ایک دوسرے کے جھٹلانے کی جگہ سب کی تصدیق کرنا ہے، کیونکہ دنیا میں جس قدر بھی داعیانِ حق گئے ہیں سب ایک ہی سچائی کے داعی تھے، قرآن کی دعوت تصدیق کی راہ ہے، وہ تورات کا مصدق ہے، انجیل کا مصدق ہے وہ سرتاسر ملتِ ابراہیمی کی دعوت ہے۔

اسلام کی دعوت قبول کرنے والوں کو مخاطب کر کے کہا گیا:

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ البقرة: ۱۳۶

مسلمانو! تم کہو، ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ قرآن پر ایمان لائے ہیں، جو ہم پر نازل ہوا ہے، ان تمام تعلیموں پر ایمان لائے ہیں جو ابراہیم کو۔ اسماعیل کو، اسحاق کو، یعقوب کو اور اولاد یعقوب کو دی گئیں۔ نیز ان کتابوں پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دی گئی تھیں۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ) ان تمام تعلیموں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو دنیا کے تمام نبیوں کو ان کے پروردگار سے ملی ہیں۔ ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسروں سے جدا نہیں کرتے (کہ اسے نہ مانیں۔ باقی سب کو مانیں۔ یا اسے مانیں۔ مگر دوسروں سے منکر ہو جائیں۔ خدا کی سچائی کہیں بھی اور کسی پر بھی آئی ہو) ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔

قرآن نے صاف صاف فیصلہ کر دیا کہ اگر یہ لوگ اس راہ کو تسلیم کرتے ہیں اور عمل کرتے ہیں تو تمہارا جھگڑا ان سے ختم ہو گیا اور وہ بھی ہدایت یافتہ ہو گئے، لیکن اگر انھوں نے اس سے اعراض کیے تو سمجھ لو ان کے ماننے کی امید نہیں اور یہ ہٹ دھرمی، عناد کی راہ ہے۔

یہودیت اور عیسائیت نے جو راہ آغاز اسلام کے زمانے سے اپنائی تھی وہ عناد اور ہٹ دھرمی کی راہ تھی۔ وہ آج تک اسی راہ پر گامزن ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی کارستانیاں مکر و فریب، جعل سازی، مکاری، عیاری سے بھری پڑی ہیں۔

ابتدا میں تو انھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی شان میں طرح طرح کے سوالات کر کے گستاخی کے مرتکب ہوتے رہے اور اہلِ مکہ و مدینہ کو بھڑکا کر جنگ و جدال پر مجبور کیا۔ جب اس سے کامیابی نہیں ملی اور اسلامی قوت بڑھتی گئی تو مسلمانوں

AsliAhleSunnet.com

کے درمیان باہمی اختلاف کی تخم ریزی شروع کردی۔ چنانچہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات جو بھی رونما ہوئے، اس میں کسی نہ کسی طور سے انھیں دونوں قوموں کی عناد دشمنی کا ہاتھ رہا ہے۔ یہ بات کسی ثبوت کی محتاج نہیں۔ بنو قریظہ وغیرہ یہودی قبیلے، پھر عبداللہ بن سبا اسی طرح بہت سارے یہودی اسلام دشمنی کی راہ پر گامزن تھے، ان کی ریشہ دوانیوں، دسیسہ کاریوں سے بھولے بھالے مسلمان چنگل میں آجاتے تھے، اس طرح ایک جھتا تیار کرکے اسلام کے خلاف کام کرتے تھے۔

صلیبی جنگ کے بعد ان قوموں نے منصوبہ بند طریقے سے کام کرنا شروع کردیا تھا مسلمانوں میں اس طرف چند معدود سے لوگوں نے توجہ دی، ترکوں کی حکومت ناعاقبت اندیشوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی۔ آخر وقت میں تو اپنے وجود کو باقی رکھنا بھی ان کے لیے دوبھر ہوگیا تھا۔ اسلام کی بقا کے لیے کچھ اسلامی تحریکیں جو اس میں اٹھیں ان کو بے دردی سے کچل دیا گیا۔ اگر یہ تحریکیں کامیاب ہوگئیں ہوتیں تو عالم اسلام کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہوتا۔ مگر افسوس تقلیدی رجحانات نے فکر و نظر کی پرواز کو بند کر رکھا تھا، جمود و تعطل نے حافظہ سے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیت مسلوب کردی۔

مغرب نے جب سنبھالا لیا تو یہودیت و عیسائیت کے زیر سایہ اس نے بھی اسلام کے خلاف عناد اور ہٹ دھرمی کی راہ کو اپنایا، من وعن ان تمام خیالاتِ فاسدہ، عقائدِ باطلہ کو اپنایا جو ان قوموں نے اسلام کے خلاف گھڑ رکھا تھا۔ اسلام کا بنیادی جزو توحید کے بارے میں یہ تاثر دیا گیا کہ اس عقیدہ سے "اللہ" کا تصور جو ابھرتا ہے۔ وہ "جبار" "قہار" کا تصور ہے اس سے انسان پستی اور ذلت و نکبت میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح عقیدہ "قدر و اختیار" انسان کو مجبورِ محض بنا کر عملی دنیا سے ہٹا کر عزلت گزیں بنا دیتا ہے۔ جس سے ارتقا کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ گویا اسلام ایک قنوطی مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کے اندر پست ہمتی پیدا کرکے دنیا کی تمام تر ترقیوں اور آگے بڑھنے کی تمام صلاحیتوں کو فنا کردیتا ہے اور اس کے عملی و فکری آزادی کو ختم کردیتا ہے۔" تاریخ الامام ج ۲ ص ۴۰۷ - ۴۰۹ -

یہ خیالات فرانسیسی عالم رینان نے انیسویں صدی کے اخیر میں پیش کیے تھے، جس کا جواب اس وقت عالم اسلام کی معروف شخصیت الشیخ الامام محمد عبدہٗ نے بایں طور دیا تھا۔ تمہید کے بعد لکھتے ہیں:-

قضا و قدر کا عقیدہ اسلامی عقائد کے اصول میں سے ہے، اس کے بارے میں فرنگیوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ اس عقیدہ سے پست ہمتی اور ضعف و اضمحلال پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں کے زوال اور ترقی نہ کرنے کا سبب یہی اعتقادِ قدر ہے۔

فرنگی اس عقیدہ کی حقیقت سے جاہل اور نابلد ہیں، کیوں کہ مذہب جبر و اجبار کو تقدیر کے ساتھ خلط ملط کردیتے ہیں۔ جبر کا عقیدہ چوتھی صدی ہجری کی دین ہے۔ قضا و قدر کے اعتقاد کو "جبر" سے الگ کرنے کے بعد جرأت و اقدام کی

AsliAhleSunnet.com

صفت پیدا ہوتی ہے ۔ یہ ہولناک پرُخطر وادیوں سے گزر جانے کی دعوت دیتا ہے ۔ اس عقیدہ کے حاملین میں جود و سخا، بخشش و نوازش کے اوصاف ہوتے ہیں کیوں کہ اس کا عقیدہ ہے کہ موت کا ایک دن معین ہے ۔ رزق یسر ہے تمام چیزیں اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے، پھر وہ کیوں کر موت سے فرار اختیار کرے گا۔ حق کی بلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنے مال و دولت کو راہ حق میں لٹانے سے کیوں کر دریغ کرے گا؟ جبکہ اس کا عقیدہ ہے فقر و غنا اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔

اس کے بعد شیخ محمد عبدہ نے ان تاریخی حقائق کو بیان کرکے بتایا کہ ایک مختصر مدت میں اس عقیدہ کے حاملین نے دنیا کے اس کونے تک ڈنکا بجا دیا ۔" آگے چل کر امام ممدوح نے بتایا ہے کہ مسلمانوں کی ذلت و نکبت و ادبار و پستی کی علت، مسلمانوں کے عقائد میں بدعات و خرافات کا حلول کر جانا، زندیقوں، دھریوں، سوفسطائیوں، اور جھوٹے ناقلین احادیث جنہوں نے مسلمانوں کے عزائم کو خاک میں ملا ڈالا ۔ ایسی حدیثیں گھڑی گئیں جس سے قوت و ارادہ فنا کے گھاٹ اتر گیا ۔ یہ سب ضعف و اضمحلال کے اسباب تھے ۔"

الاتجاہات ج ۱ ص ۳۱ ۔ ۳۲ ۔ العروۃ الوثقیٰ عدد اول ۱۸۸۴ء

اسلام نے مالی نظام کو مربوط و مستحکم کرنے کے لیے "زکوٰۃ" کا سسٹم قائم کیا اور یہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے ۔ اس سلسلے میں اس نے انسانی قلوب کو مادی دنیا میں منہمک ہونے اور دولت کو جمع کرنے اور سینت سینت رکھنے سے منع کیا ۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کی نیز اس نے دولت کو "فضل اللہ" سے تعبیر کیا ۔ (سورۂ جمعہ) اس مادیت کے حصول سے پھٹکارا ہے جو غلط طریقے سے حاصل کی جائے ۔ ان سب کے باوجود مسیحیت نے "زکوٰۃ" کا جو معنی پہنایا وہ یہ ہے :-

"ان الاموال المادیۃ ۔ فی نظر الاسلام ۔ ھی من اصل شیطانی بخس و بخل للمسلم ان یتمتع بھذہ الاموال شریطۃ ان یطھرھا، وذلک بارجاع ھذہ الاموال الی اللہ ۔

دراسۃ عن الاسلام فی افریقیۃ سوداء ۔ مولف : تلیپ)

بحوالہ : الفکر الاسلامی الحدیث ص ۷۱

مولف نے قرآن کی اس آیت سے "خُذ مِن اَموالِھِم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا" (التوبہ : ۱۰۳) ۔ یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اسلام کے نزدیک مال و دولت بنفسہٖ گندگی اور شیطانی چیز ہے ۔ حالانکہ قرآن عزیز کا

AsliAhleSunnet.com

مطالعہ کرنے والا بخوبی جانتا ہے کہ نفس مال اور مادیت کے حصول پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ ہاں آخرت کے مقابل جو مادیت ہوگی اس کو اسلام نے شیطانی عمل قرار دیا ہے۔

جہاد کے سلسلے میں ان قوموں نے انتہائی گھناؤنی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی، ان کے خیال میں "جہاد" ایک ظالمانہ عقیدہ ہے، جس کو اسلام نے دینی اور شرعی رنگ دے دیا۔ تاکہ مسلمان اپنے پُرامن غیر مسلم کی حرمت و عزت، مال و دولت پر ڈاکہ ڈالے، یہ غدر اور بے وفائی کا ایک نظریہ یا ظلم زیادتی کے لیے دلیر بنانا ہے۔

اسی طرح جب مسلمانوں کے سامنے اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی جاتی ہے تو یہ مغربی مفکر (یہود و نصاریٰ) جو معنی پہناتے ہیں، وہ یہ ہے۔ اس دعوت کا مطلب یہ ہوا کہ آج کا انسان چودہ سو سال سے زیادہ کی دنیا میں پہنچ جائے۔ حالانکہ وہ دور فکری و نظری اعتبار سے طفولیت کا دور تھا گویا ایک نوجوان کو پھر سے بچہ بنانے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ مہمل بات ہوئی۔ ان کے خیال میں "اصلاح" ارتقاء کے معنی میں ہے۔ یہ انسانی زندگی کا ارتقائی دور ہے۔ جس کا مقتضا ہے جدید تہذیب و تمدن، جدید قانون، جدید دستور، جدید طرز بود و باش پر عمل پیرا ہونا

عیسائیت اور یہودیت کی معاندانہ اور منافقانہ روش جو پہلے تھی وہ آج بھی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اس دور میں انھوں نے نیا پیمانہ نیا ساغر خوبصورت بنا کر پیش کیا ہے۔ اس کے لیے یہ علمی ادبی، تحقیقی اکیڈمیوں کو قائم کر کے یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ ابتک مسلمانوں نے جو کام اس میدان میں کیا ہے۔ وہ ناکافی تھا، عربی زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں الگ سے شعبے قائم کیے حالانکہ اس سے مقصد ان کا اسلامی عقائد اور تعلیمات کا پوسٹ مارٹم کرنا ہے، ان کی کتابوں کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ کس چابکدستی اور عیارانہ اسلوب میں اسلام میں فکری یلغار کرتے ہیں۔

محمد اسد (آسٹریا) (سابق نام لیوپولڈ وائس) اپنی کتاب "اسلام چوراہے پر" میں رقمطراز ہیں:

"صلیبیوں کی شرانگیزی تو صرف توپ و تفنگ ہی تک محدود نہ تھی بلکہ انھوں نے اسلام کی تصویر مکمل طور سے مسخ کر کے مغربی اقوام کے سامنے پیش کیا، ان کی اس گھناؤنی اور مکروہ حرکت سے مغرب کی نادان قوموں میں اسلام کی جو شبیہ ابھری وہ یہ تھی کہ اسلام ایک شہوانیت اور حیوانیت والا مذہب ہے اور مختلف گروہوں اور فریقوں میں منقسم ہے تزکیہ اور تطہیر کا یہ مذہب نہیں، یہ عقیدہ ان میں رچ بس گیا ہے:

AsliAhleSunnet.com

الاسلام علی مفترق الطرق ۔ الفکر الاسلامی الحدیث ص ۱۶۶

یہودیت اور عیسائیت کی ملی بھگت نے جب عالم اسلام کو زیر و زبر کر ڈالا تو ان کا عناد اور بڑھ گیا، کیونکہ عالم اسلام کے اوپر تو ان کی حکومت قائم ہوگئی مگر اسلامی تعلیمات اور قرآنی احکام جوں کے جوں مسلمانوں کے دلوں میں حکومت کرتے رہے۔ اس کے لیے انھوں نے باقاعدہ اور منصوبہ بند طریقے سے عیاری مکاری کا لبادہ اوڑھ کر مشرقی علوم خصوصاً اسلامی علوم کے اوپر عالمانہ، محققانہ، مباحث کا دروازہ کھولا، اس کے لیے یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی کا شعبہ کھولا گیا، جس میں تحقیق کے نام پر خوب خوب گل کھلایا گیا۔ تحقیق کے نام پر مختلف مقامات پہ اکیڈمیوں کا قیام ہوا۔ جس میں علماء یہود نصاریٰ کی قساوت قلبی کا کارنامہ منظر عام پر لایا گیا۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"دائرۃ المعارف الاسلامیہ" (THE ENCYCLOPADIA OF ISLAM) میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت لکھا گیا ہے "محمد ایک دینی مصلح تھے جنھوں نے اسلام اس دین کا نام رکھا تھا۔ اولیٰ تو یہ ہے کہ اس مذہب محمدی" سے پکارا جائے۔ محمد بشر تھے قرآن صنعت بشری ہے۔ اس میں تناقص اور عدم ترتیب بہت ہے اور یہ انسانی تخلیق کا خاصہ ہے۔" ۱۶۸۔ الفکر الاسلامی الحدیث۔

ایک کتاب نیکلسون (A. NICHOLSON) صاحب نے "تصوف اور اسلام" کے نام سے لکھی ہے اس میں اپنی خباثت باطنی کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

اور اسلام جس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وضع کیا تھا، تمام ادیان سابقہ (یعنی یہودیت اور مسیحیت) کی تعلیمات سے یہ متاثر نظر آتے ہیں یخصوصاً سریانی کلیسائی مسیحیت سے۔ محمد نے جو اقتباس مسیحیت سے اخذ کیا، اس کے سمجھنے میں تحریف کر ڈالا۔ کیونکہ انسانیت کی منزلت، قدر و قیمت اس کے فہم و ذکا ر میں ہے۔ مسیح کی الوہیت کا انھوں نے انکار کیا کیونکہ وہ نفس (مسیح) سے متاثر تھے اور نفس کے تصور سے منزلت عیسیٰ کی طرف نہیں بڑھ سکے حتیٰ کہ وہ خود "اللہ" کا تصور کرتے جیسا کہ عیسیٰ تھے۔"

مسلمانوں کے ارتقائی دور کو مغربی مفکرین (یہودی اور عیسائی) سیف دستان کا مرہون منت مانتے ہیں، اسلام کے پھلنے پھولنے میں اس کی روحانی تعلیمات کا اثر نہیں تسلیم کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اپنے قلم کی جولانیت اسی نقطہ پر مرکوز رکھ کر خوب زور و شور سے اسلامی غلبہ کو تلوار کا رہین منت مشہور کرتے ہیں۔

اسلام کے آغاز سے یکرایں دم تک یہودیوں اور عیسائیوں نے عناد اور دشمنی کا جو مظاہرہ کیا ہے، یہ اب

AsliAhleSunnet.com

کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں رہ گئی، ماسونیت، صہیونیت، عیسائی مشنریاں دنیا بھر میں نورِ الٰہی کے بجھانے میں لگی ہوئی ہیں منظم شکل میں، منصوبہ بند طریقے سے اسلام اور عالم اسلام کے خلاف اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لارہی ہیں، وہ چاہے معاشی واقتصادی میدان ہو، یا سیاسی، روحانی۔ عراق ایران کی جنگ ہو یا لبنان وفلسطین و۔ واسطہ بلا واسطہ انھیں تنظیموں کا ہاتھ ہے۔ ہر مسلمان اس کو محسوس کر رہا ہے مگر اپنی غفلت کوشی اور ایمانی کمزوری کی وجہ سے کارزارِ عمل سے کنارہ کش ہے۔

مسلمان جانتا ہے: وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔ (یہودی اور عیسائی کبھی خوش نہیں ہوسکتے تم سے، جب تک تم ان کی ملت (طریقہ کار) کی پیروی نہ کروگے۔

وہ مسلمان جو اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہودیت اور عیسائیت سے دوستی اور یگانگت پیدا کی جائے اور ایک مذہبی برادری کا قیام ہو تو یہ ان کی بھول ہے اور مذکورہ بالا فرمانِ الٰہی پر ان کا یقین متزلزل ہے، اور وہ تاریخ کے واقعات اور موجودہ زمانے کے علماء یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے نابلد ہیں۔

ان مصنفین اور مولفین (جو مستشرقین کے نام سے پکارے جاتے ہیں) کا ایک سرسری تعارف بھی ان شاء اللہ کسی صحبت میں پیش کردوں گا۔ تاکہ آپ ان کی عداوت، اور عناد و دشمنی، ہٹ دھرمی کا اندازہ لگاسکیں۔ •••

بقیہ: میلاد النبی:

لیکن کیا کبھی ہم نے سوچا کہ ہمیں وقت اور مال کے ضیاع کے علاوہ آج تک اس سے کیا حاصل ہوا؟ یا آئندہ اس سے کس فائدہ کے حصول کی توقع کی جاسکتی ہے۔؟

وہ علماء حق جو اپنے آپ کو قوم کا ہمدرد، مصلح اور رہنما سمجھتے ہیں آگے بڑھیں اور ان بدعتی رسومات کا جولا نوچ پھینکیں۔ ہر سال ان بدعتی رسومات پر لاکھوں، کروڑوں روپیہ برباد کرنے کے بجائے وہی پیسہ مسلمانوں کی ترقی، فلاح و بہبود پر صرف کرنے کا منصوبہ بنائیں تو یقین ہے کہ چند سالوں میں مسلمانوں کی تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی حالت میں زبردست انقلاب رونما ہو جائے گا۔ (باقی آئندہ)

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے۔ آئندہ کے لیے جلد از جلد روپے ارسال فرمائیں

"مینجر"

AsliAhleSunnet.com

سنن ابی داؤد میں غالی احناف کی تحریف

حضرۃ العلام شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلال پور، پاکستان

جناب صلاح الدین یوسف صاحب! السلام علیکم

سلام مسنونہ کے بعد التماس ہے کہ درج ذیل استفتاء کی بابت "الاعتصام" میں وضاحت کے ساتھ تحریر کرکے مشکور فرمادیں تاکہ تمام خریداروں کو بھی اس کا علم ہوجائے۔

ابوداؤد شریف جو کہ فرید بک اسٹال لاہور کی چھپی ہوئی ہے۔ اس کی پہلی جلد کے ص ۵۳۱ پر یوں تحریر ہے:

حدثنا شجاع بن محمد ثنا هشيم اخبرنا يونس بن عبيد عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضى الله عنهم جمع الناس على ابى ابن كعب كان يصلى لهم عشرين ركعة ولا يقنت بهم الا فى النصف الباقى الحديث۔

حالانکہ اسی حدیث میں ابوداؤد مطبع مصر ۲/۶۵ میں عشرین لیلۃ ہے اور مشکوٰۃ مطبع لاہور میں بھی لیلۃ "ہی ہے اور "مظاہر حق" مطبع لکھنؤ میں بھی لیلۃ ہی ہے۔ اس لیے عشرین لیلۃ کی جگہ عشرین رکعۃ "(۲۰ رکعت) فرید بک اسٹال والے مترجم عبدالحکیم خان اختر کی اختراع معلوم ہوتی ہے اور اس کے حاشیہ پر مصنف نے ایک نوٹ درج کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"(ف) اس حدیث کے الفاظ کان یصلی عشرین رکعۃ کا واضح مطلب یہ ہے کہ انھیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔ لیکن مولانا وحید الزماں صاحب نے ان لفظوں کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ بیس راتوں تک نماز پڑھا کرتے تھے اور عشرین رکعۃ کا بیس راتوں تک ترجمہ کرکے ممکن ہے کہ علامہ صاحب نے اپنے ہم خیال لوگوں کو مطمئن یا خوش کرلیا ہو، لیکن ترجمانی کے پردہ میں حدیث کو بازیچۂ اطفال بنا کر خیانت اور دھاندلی کا ایسا ارتکاب کیا ہے کہ اہل علم کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ اختلافی مسائل میں اپنے موقف کو درست منوانے کے لیے احادیث میں کتر بیونت کرجانا اہل علم کا شیوہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

اب استفسار یہ ہے کہ سنن ابوداؤد کے نسخے میں الفاظ "عشرین رکعۃ" صحیح ہیں یا "لیلۃ"؟ اور یہ کتر بیونت کس زمانہ

AsliAhleSunnet.com

میں ہوئی اور اس کا بانی کون ہے؟

آپ کا خادم: علی محمد خطیب جامع مسجد اہلحدیث مدار ڈاکخانہ خاص براستہ جنڈیالہ شیر خاں ضلع وتحصیل شیخوپورہ)

الاعتصام:۔ یہ عریضہ پڑھ کر سخت تعجب ہوا کہ اصل عربی نسخے میں تو دیو بندی حضرات نے تحریف کی تھی۔ اب بنائے فاسد علی الفاسد کے مطابق ایک بریلوی ناشر نے اس تحریف کو اردو میں منتقل کر کے اور اس پر مذکورہ حاشیہ آرائی کر کے "الٹے چور نالے چتر" چوری اور سینہ زوری کا کردار ادا کیا ہے۔ یعنی تحریف کا کردار ادا کرنے والے خود ہیں لیکن اسے اہلحدیث مترجم مولانا وحید الزماں خاں مرحوم کے سر منڈھ دیا ہے، جنہوں نے بالکل صحیح ترجمہ کیا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہرحال عریضہ نگار کے اس سوال کہ ابو داؤد میں یہ تحریف کیوں، کب اور کیسے ہوئی؟ کے جواب میں ہم مولانا سلطان محمود صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا فاضلانہ مقالہ شائع کر رہے ہیں، جس میں ابو داؤد کے نسخے میں مذکورہ تحریف کا جائزہ لیا گیا ہے یہ مقالہ۔ نعم الشھود علی تحریف الغالین فی سنن ابی داؤد ۔ کے نام سے کئی سال قبل پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا تھا۔ اسے ضرورتِ مذکورہ کے تحت اب دوبارہ "الاعتصام" میں شائع کیا جا رہا ہے، جس سے مذکورہ سوال کا جواب سامنے آجاتا ہے۔ وھوھذا۔ (ص ۔ ی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ

ایک پانچ ورقی رسالہ بعنوان "غیر مقلدین کے سفید جھوٹ کی حقیقت" نظر سے گزرا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں آٹھ نہیں۔ جس میں مصنف نے بہت سی غیر ذمہ داری کی باتیں لکھی ہیں، لیکن ان کے جواب کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ صدیوں سے علماء کے مابین موضوع بحث رہ چکا ہے اور اس پر فریقین کی طرف سے اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ اب مزید لکھنا ایک چھیڑ خانی اور بحث برائے بحث کے علاوہ کچھ نہیں۔ البتہ صرف ایک بات ایسی نظر سے گزری جو کہ ہے اور خطرہ ہے کہ اس سے نئے فتنے جنم لیں گے۔ اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ علماء اسلام کو اس پر توجہ دلائی جائے تاکہ آئندہ کے لیے اس طرح کی ناپاک تحریفوں کو دینی ذخائر میں راہ پانے سے روکا جاسکے، اور وہ بات یہ ہے کہ رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۵ پر ابو داؤد شریف کے حوالہ سے ایک حدیث کے الفاظ یوں نقل کیے گئے ہیں:۔ "عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی ابن کعب فکان یصلی لھم عشرین رکعۃ (ابو داؤد شریف) ترجمہ: یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں جمع کیا تو ابی لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔" یہ ہے مصنف رسالہ کی عبارت، اس میں خط کشیدہ لفظ یعنی رکعۃ غلط ہے صحیح لفظ لیلۃ ہے۔ یعنی ابو داؤد شریف کی حدیث کے اصل

AsliAhleSunnet.com

الفاظ یوں ہیں:

عن الحسن ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لہم عشرین لیلۃ ولا یقنت بہم الا فی النصف الباقی فاذا کانت العشر الاواخر تخلف فصلی فی بیتہ فکانوا یقولون ابق ابی۔

(ترجمہ) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابیؓ کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر جمع کیا تھا تب ابی انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتا رہتا اور قنوت صرف پہلے پندرہ دن گزرنے کے بعد شروع کرتا، پھر جب آخری دس راتیں آتیں تو امامت سے ہٹ جاتا اور اپنے گھر میں نماز پڑھتا، تب لوگ کہتے کہ ابی رضؓ بھاگ گیا۔"

یہ ہیں حدیث کے اصل الفاظ، جس میں بیس راتوں کا ذکر ہے نہ کہ بیس رکعتوں کا اور ظاہر ہے کہ لیلۃ کے بجائے رکعۃ کا لفظ لانا اور اسے بیس رکعت تراویح کے لیے مستدل بنانا ایک اہم دینی کتاب میں شرمناک تحریف ہے۔ اگر سوال پیدا ہو کہ جب لفظ لیلۃ کی بجائے رکعۃ بعض مطبوعہ نسخوں میں موجود ہے تو پھر اسے تحریف کیوں کہا جائے، تو جواباً عرض ہے کہ جن نسخوں میں لفظ رکعۃ موجود ہے ان کی حقیقت بعد میں بیان کی جائے گی، اس سے پہلے وہ شواہد دیکھ لیے جائیں جو تحریف پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ کئی امور ہیں۔

پہلی شہادت: ۱۳۱۸ھ تک ابوداؤد کے جتنے نسخے ہندوستان میں طبع ہوئے ان سب میں لیلۃ ہی کا لفظ مطبوع ہے، کہیں بھی رکعۃ والے نسخے کا اشارہ نہیں۔ اور اسی طرح بیرون ہند آج تک جہاں بھی یہ کتاب طبع ہوئی، ان تمام مطبوعہ نسخوں میں لفظ لیلۃ ہی مرقوم ہے کہیں بھی رکعۃ کا اشارہ تک نہیں ہے، سوائے ان دو تین نسخوں کے جن کو دیوبندی ناشرین نے طبع کرایا، جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

دوسری شہادت: جن اسلاف وائمہ وعلماء نے سنن ابی داؤد کے حوالہ سے یہی حدیث نقل فرمائی، ان سب نے لیلۃ کا لفظ نقل کیا، کسی نے بھی رکعۃ کے نسخہ کا صراحۃً یا اشارۃً ذکر نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو مشکوۃ المصابیح باب القنوت فصل ثالث کی پہلی حدیث جس کو صاحب مشکوۃ نے یوں نقل کیا ہے۔

عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بہم عشرین لیلۃ ولا یقنت بہم الا فی النصف الباقی فاذا کان العشر الاواخر تخلف فصلی فی بیتہ

AsliAhleSunnet.com

فکانوا یقولون ابق ابی۔ (رواہ ابوداؤد)

اسی طرح نصب الرایہ للامام الزیلعی الحنفی میں ہے:

وللشافعیة فی تخصیصھم القنوت بالنصف الاخیر من رمضان حدیثان الاول اخرجه ابوداؤد عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بھم عشرین لیلة۔ (الحدیث نصب الرایہ جلد ثانی ص ۱۶۶)۔

نیز مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری میں ہے۔

(عن الحسن وھو البصری ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لھم عشرین لیلة ۔۔الخ الحدیث (جلد ثانی: ص ۱۲۵)

معلوم ہونا چاہیے کہ مختصر سنن ابی داؤد امام منذری کی کتاب ہے، جس میں امام موصوف نے سنن ابی داؤد کی تلخیص فرمائی ہے۔ یعنی ابی داؤد کے متونِ حدیث کو بحذف اسانید ذکر فرمایا ہے۔

ان تینوں بزرگوں کی کتب سے منقولہ عبارات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل حدیث میں لیلة ہی ہے اور انھوں نے یا ان کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ نے کہیں بھی لفظ رکعة کا اشارہ نہیں کیا۔ اس قسم کے حوالے بہت سے دیے جا سکتے ہیں، لیکن اختصار کے لیے انھی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تیسری شہادت

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو امام ابوداؤد ہی کے واسطہ سے اپنی کتاب السنن الکبریٰ میں مسنداً روایت کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

انبانا ابوعلی الروذباری انا ابوبکر بن داسه ثنا ابوداؤد ثنا شجاع بن مخلد ثنا ھشیم انا یونس بن عبید عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بھم عشرین لیلة ولا یقنت بھم الا فی النصف الباقی فاذا کانت العشر الاواخر تخلف فصلی فی بیته فکانوا یقولون ابق ابی۔ (جلد ثانی ۴۹۸)

چوتھی شہادت

روایتِ مذکورہ کے چوتھے جملے یعنی فاذا کانت العشر الاواخر تخلف کا آغاز فائے تفریع و ترتیب سے ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ دوسرے جملے یعنی فکان یصلی بھم عشرین لیلة پر مرتب ہے اور یہ ترتیب اس وقت صحیح ہو سکتی ہے، جب اس جملہ میں لفظ لیلة ہی ہو، اگر اس جملے میں لفظ رکعة

AsliAhleSunnet.com

ہو تو پھر ترتیب اور تفریع صحیح نہیں رہتے اور باوجود فائے تفریعیہ کے یہ عبارت بے جوڑ سی بن جاتی ہے۔ کما لا یخفی علیٰ مَن لَہٗ ادنیٰ ممارسۃ بالعربیۃ۔

پانچویں شہادت

مولانا خلیل احمد صاحب حنفی سہارنپوری نے اپنی مشہور کتاب "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" میں اس حدیث کو جب بغرض شرح لکھا ہے تو لفظ لیلۃ ہی کو ذکر کیا ہے اور اس پر اپنی شرح کی بنیاد رکھی ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے۔

فکان ای یصلی لھم عشرین لیلۃ ولا یقنت بھم الا فی النصف الباقی الظاھر ان المراد من الباقی العشرۃ الاوسط کانہ لا یقنت الا فی العشرۃ الثانیۃ واما العشرۃ الثالثۃ فیتخلف فیھا فی بیتہ وینفرد عن الناس فاذا کانت العشر الاواخر تخلف ای عن المسجد فصلی فی بیتہ وکانوا ای الناس یقولون ابق ای فر وھرب اُبی۔

ترجمہ: بیس ابی نماز پڑھاتا ان کو بیس راتیں اور نہیں قنوت پڑھتا تھا مگر نصف باقی میں۔ ظاہر یہ ہے کہ نصف باقی سے مراد درمیانی عشرہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے عشرہ میں قنوت نہ پڑھتا تھا اور دوسرے عشرہ میں قنوت پڑھتا تھا۔ رہا تیسرا عشرہ تو اس میں مسجد میں آنے سے رُک جاتا اور لوگوں سے الگ اپنے گھر ہی میں رہتا اور جب یہ عشرہ آتا تو مسجد میں نہ آتا اور گھر ہی میں نماز پڑھتا۔ تب لوگ کہتے کہ اُبی بھاگ گیا۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ مولانا نے دوسرے علماء کے خلاف نصف باقی سے بیس راتوں کا آخری نصف یعنی درمیانی عشرہ مراد لیا ہے، حالانکہ باقی علماء نے بالخصوص شوافع نے النصف الباقی سے رمضان کا آخری نصف مراد لیا ہے اور مولانا کا یہ مراد لینا تب صحیح ہو سکتا ہے کہ جب لفظ عشرین لیلۃ کا ہو۔ اگر لفظ عشرین رکعۃ کا ہو تو پھر اس کا نصف باقی تو آخری دس رکعتیں ہوں گی، نہ کہ رمضان کا درمیانہ عشرہ۔ اور غالباً مولانا نے یہ توجیہ اس لیے کی ہے کہ شوافع کا مذہب ہے کہ قنوت الوتر رمضان کے نصف آخر کے ساتھ خاص ہے۔ اور وہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اب اس توجیہ سے یہ حدیث ان کا مستدل نہیں بن سکے گی۔ بہر حال اس کی توجیہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ مولانا نے اس لفظ کو عشرین لیلۃ ہی قرار دیا ہے رکعۃ نہیں۔

پھر یہ بات بھی زیر غور رہنی چاہیے کہ امام ابوداؤد کی سنن کے نسخہ جات جو آپ کے شاگردوں نے آپ سے نقل کیے متعدد ہیں۔ جن میں سے زیادہ متعارف تین ہیں۔ ابو علی لؤلؤی کا نسخہ جو ہمارے بلاد میں مطبوع ہے اور ابن داسہ کا

AsliAhleSunnet.com

کا، اورابن الاعرابی رحمہ اللہ کا۔ ان نسخوں میں اختلافات ہیں کہیں اختلافات لفظی اور کہیں الفاظ کی کمی بیشی یا روایات کی کمی زیادتی۔ اوران اختلافاتِ نسخ کو بالعموم شراح نے بیان کردیا ہے اور خصوصاً مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی۔ جیساکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث تحت السرہ والی کو ابن الاعرابی کے نسخہ سے نقل فرمادیاہے، ان کی عبارت یہ ہے:

واعلم انہ کتب ھٰھنا علی الحاشیۃ احادیث من روایۃ ابن الاعرابی فینا سب لنا ان نذکرھا ثنا محمد بن محبوب البنانی بنونین ابوعبداللہ البصری قال ثنا حفص بن غیاث عن عبدالرحمٰن بن اسحٰق الواسطی ابوشیبۃ ضعیف عن زیاد بن زید السّوائی الاعصم بمھلتین الکوفی مجھول عن ابی جحیفۃ وھب بن عبداللہ السوائی بفتح المھملۃ والمد بکینۃ صحابی معروف صحب علیا رضی اللہ عنہ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصّلوٰۃ تحت السرۃ رواہ احمد وابوداؤد وقال الشوکانی الحدیث ثابت فی بعض نسخ ابی داؤد وھی نسخۃ ابن الاعرابی ولم یوجد فی غیرھا۔ الخ (بذل المجھود: ج ۲ ص ۲۳)

ملاحظہ ہو کہ کس طرح مولانا نے اس مقام پر دوسرے نسخے کی روایت اس جگہ بیان فرماکر اس کی شرح بھی کردی اوراپنے دلائل متعلقہ تحت السرہ میں اس کو بھی پیش کردیا۔ اب اگر حضرت ابی کی حدیث میں بھی نسخوں کا اختلاف ہوتا اورکہیں بھی لفظ رکعۃ کا وجود ہوتا تو مولانا اپنے استدلال کی خاطر اس کا ذکر فرماتے اوراپنے مستدلات میں ایک دلیل بڑھالیتے۔ حالانکہ بیس ثابت کرنے کے لیے انھوں نے علامہ نیموی کی کتاب آثار السنن میں سے وہ روایتیں نقل کردی، جن کے جوابات کئی بار علماء حدیث دے چکے ہیں، لیکن اس روایت کے بارے میں اشارہ تک نہیں فرمایا۔ ان مذکورہ بالا شواہد سے واضح ہوجاتاہے کہ اصل لفظ عشرین لیلۃ ہی ہے اوراس کو عشرین رکعۃ بنانا تحریف ہے۔

یہ تحریف کب ہوئی؟ کس نے کی؟ اور کیوں کی؟

ہم پہلے واضح کرچکے ہیں کہ ہند میں ۱۳۱۸ھ تک جتنے نسخے سنن کے مطبوع ہوئے ان سب کے سب میں عشرین لیلۃ ہی مطبوع ہے اورکسی قسم کا کوئی اشارہ نسخوں کے اختلافات کا نہیں ہے، البتہ جب مولانا محمود حسن کے حواشی کے ساتھ سنن کو چھپوایا گیا تو ناشرین نے خود یا کسی کے مشورہ سے متن میں لیلۃ اوراس کے اوپر ت کا نشان دے کر حاشیہ پر رکعۃ لکھ دیا، اس کے بعد جب مولانا فخر الحسن کے حواشی کے ساتھ طبع کرایاگیا تو اس کے متن میں رکعۃ

AsliAhleSunnet.com

لکھا اور اس کے اوپر ت کا نشان دے کر حاشیہ پر لیلۃ لکھ دیا تاکہ یہ تاثر عام ہو جائے کہ یہاں نسخوں کا اختلاف ہے۔ اسی طرح بذل المجہود کے ساتھ سنن ابی داؤد کی طبع کے وقت متن میں لیلۃ لکھا اور اوپر ت کا نشان دے کر حاشیہ پر رکعۃ لکھا اور اس کے ساتھ یہ عبارت لکھ دی کذا فی نسخۃ مفروءۃ علی الشیخ۔ مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ بغیر اس وضاحت کے کہ یہ عبارت کس کی ہے۔ اس نسخہ کو کس نے دیکھا تھا اور کہاں دیکھا تھا اور اب وہ نسخہ کہاں ہے؟ یہ یاد رہے کہ یہ عبارت مولانا کی شرح کی عبارت میں نہیں بلکہ اصل کتاب یعنی سنن ابی داؤد کے حاشیہ پر لکھی گئی ہے۔ پس یہ عبارت مجہول القائل ہونے کی بنا پر نا قابلِ اعتماد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس پوری کی پوری کارروائی سے یہ تاثر دینا مقصود تھا کہ سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں میں عشرین رکعۃ موجود ہے۔ تاکہ اس حدیث کو بیس رکعات تراویح کے ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔ لیکن شواہد کے ہوتے ہوئے اس کارروائی کو ایک قسم کی تدلیس اور تلبیس نہ سمجھا جائے تو کیا کہا جائے اگر کم فہم یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایسے علماء کے نام پر اور ان کے حواشی کے ساتھ کتابیں چھپوائی جائیں اور ان کتابوں میں ایسی تحریف کی جائے اور وہ خود یا ان کے شاگرد جو بڑے بڑے علماء ہیں اس پر خاموش رہیں۔۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ممکن اور نا ممکن کی بحث بے فائدہ ہے۔ دنیا میں اس سے بڑی اَن ہونی باتیں ہو چکی ہیں اور آج تک موجود ہیں اور کسی کو بھی سوائے زبانی باتوں کے ان کی اصلاح کی توفیق نہیں ملی۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سے کون واقف نہیں اور ان کی کتاب "ایضاح الادلۃ" کو کون نہیں جانتا۔ جو مولانا نے ایک اہلحدیث عالم کے جواب میں لکھی جب کہ اس عالم نے ردّ تقلید پر آیت: فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ذٰلک خیر واحسن تاویلا سے استدلال کیا تو مولانا نے اس کا جواب دیا اور اپنے خیال میں اس کے جواب میں ایک آیت بھی لکھ دی اور اسی اپنی پیش کردہ روایت کو مستدل بنایا لیکن اس آیت کا موجودہ کلام مجید میں کہیں بھی وجود نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ فی الحقیقت حکم تو حکم خداوندی ہے اور منصب حکومت انبیائے کرام علیہم السلام وامام قاضی وائمہ مجتہد یا دیگر اولوالامر عطائے خداوند متعال بعینہ اس طرح پر ہوگا، جیسے منصب حکم حکام ماتحت کے حق میں عطائے حکام بالادست ہوتا ہے اور جیسے اطاعتِ حکام ماتحت سراسر اطاعت حکام بالادست سمجھی جاتی ہے اسی طرح بر اطاعتِ انبیاء کرام علیہم السلام وجملہ اولی الامر بعینہ اطاعتِ خداوند جل جلالہ خیال کی جائے گی اور متبعین انبیائے کرام اور دیگر اولی الامر کو خارج از اطاعتِ خداوندی سمجھنا ایسا ہوگا، جیسا متبعین احکام حکام ماتحت کو کوئی کم فہم خارج از اطاعتِ حکام

AsliAhleSunnet.com

بالادست کہنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا: فان تنازعتم فی شیئٍ فردوہ الی اللہ والرسول و الی اولی الامر منکم اور ظاہر ہے کہ اولی الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں۔ سو دیکھیے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت انبیاء و جملہ اولوا لامر واجب الاتباع ہیں۔ آپ نے آیت: فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے، اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالامعروضہ احقر بھی موجود ہے۔ عجب نہیں کہ آپ دونوں آیتوں کو حسب عادت متعارض سمجھ کر ایک کے ناسخ اور دوسری کے منسوخ ہونے کا فتوے لگانے لگیں۔ انتہیٰ۔

(ایضاح الادلہ ص ۹۷)

خط کشیدہ عبارت کو غور سے دیکھا جائے کہ مولانا مرحوم کس طرح اہلحدیث عالم کی پیش کردہ آیت: فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر کے مقابلہ میں ایک دوسری آیت پیش کر رہے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: فان تنازعتم فی شیئٍ فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم اور کس طرح اس عالم اہلحدیث پر پھبتی کستے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ آیت تو دیکھ لی، لیکن یہ دوسری آیت معروضہ احقر کا آپ کو اب تک پتہ نہیں چلا؟ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دوسری آیت جس کا تعارف مولانا آیت مذکورہ بالامعروضہ احقر کے الفاظ سے کرا رہے ہیں۔ قرآن مجید کے کس پارہ میں ہے؟ یہ کتاب مولانا کے نام پر چھپی اور غالباً آپ کی زندگی میں چھپی اور آپ کے شاگردوں نے جو بڑے بڑے علماء تھے دیکھی۔ کیا کسی کو توفیق ملی کہ اس کی اصلاح کرے۔ اگر یہ ناممکن سی بات وجود میں آسکتی ہے تو پھر کسی بھی اس قسم کی کوتاہی کو جو کسی سے بھی سرزد ہو، ناممکن نہیں کہا جا سکتا اور اس قسم کی کوتاہیوں کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ۔ العصمۃ للہ ولرسولہٖ خاصۃً صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث نبویؐ کی صداقت کا ایک عظیم نشان

اس قسم کی سنگین حرکات پر ایک مومن کا دل یقیناً کڑھتا ہے اور یہ دیکھ کر کہ امت مسلمہ کو جو قدرت کی طرف سے یہ خصوصیت دی گئی تھی کہ اس کے دینی مآثر تحریف و تبدیل سے محفوظ رہیں گے۔ اس خصوصیت کو بھی کچھ لوگ پامال کرنے کے درپے ہیں۔ ایک باغیرت مسلمان کو غصہ آتا ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی کی صداقت کے کمال میں کمی رہتی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا:۔

AsliAhleSunnet.com

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعاً بذراع حتی لو دخلوا حجر ضب تبعتموھم قیل یارسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن؟ (بخاری و مسلم) یعنی تم لوگ اپنے سے پہلے گزرنے والوں کے پیچھے چلو گے بالشت بہ بالشت، ہاتھ بہ ہاتھ، حتیٰ کہ اگر وہ سانڈہ کے بل میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ! ان گزرنے والوں سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا، یہ نہ ہوں تو اور کون؟۔"

اسی طرح اس واقعہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا۔ ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ باب افتراق الامم اور اسی طرح اس بات کو حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ملاحظہ ہو جامع ترمذی باب لترکبن سنن من کان قبلکم۔ اور اس طرح اس واقعے کو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ ملاحظہ ہو۔ المستدرک للحاکم ص ۱۲۹۔ بلکہ اس میں تو ایک اور لفظ کا اضافہ ہے کہ آپ نے فرمایا حتی لو کان فیھم من نکح امہ علانیہ کان فی امتی مثلہ۔ یعنی ان میں اگر اپنی ماں سے اعلانیہ نکاح کرنے والے ہوں گے تو میری امت میں بھی ایسے ہوں گے۔"

صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ تمام وہ قباحتیں جو یہود و نصاریٰ میں موجود ہیں وہ امت محمدیہ میں سے بعض رذیلوں میں بھی پائی جائیں گی۔ چونکہ التحریف فی کتب الدین کی بدعادت ان میں موجود تھی۔ اب اگر مدعیان اسلام میں سے ایسا کرنے والا کوئی پیدا نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک نیا نشان سامنے نہ آتا ان حرکات پر مطلع ہونے سے ایک مومن کا ایمان یقیناً بڑھ جاتا ہے اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلتا ہے:۔ صدق اللہ ورسولہ وصلی اللہ علی رسولہ الصادق المصدوق وعلی الذین سمعوا احادیثہ ووعوھا وبلغوھا وجمعوھا من الصحابۃ والتابعین واتباعھم من ائمۃ المحدثین رضی اللہ عنھم وارضاھم اجمعین

حفاظت دین کے ذمہ داران اہل علم وفضل سے ایک اپیل:

تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اور ناشرین کتب سے نہایت ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ اپنی متفقہ کوششوں کے ساتھ اس قسم کے نازیبا حرکات کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ جن دنوں پہلی مرتبہ یہ حرکت ہوئی تھی تو انھی دنوں میں بعض علماء نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تھی لیکن بوجہ انگریزوں کی حکومت میں ہونے کے کچھ شنوائی نہ ہوسکی آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم متفق ہو کر اس دینی فریضہ کو انجام دیں۔

AsliAhleSunnet.com

AUGUST 1988 Vol. VI - No. VIII

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

مطبوعات جامعہ سلفیہ

اسلامی تربیت

تالیف

عبدالوہاب حجازی

تقدیم و مراجعہ

ڈاکٹر مقتدیٰ احسن ازہری

قیمت Rs. 30/۰۰

مکتبہ سلفیہ ، ریوڑی تالاب ، وارانسی

Published by: Abdul Auwal Ansari, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama
and Printed at Salafia Press, B. 18/1 G. Reori Talab, Varanasi
and Published at B. 18/1 G. Reori Talab, Varanasi. Editted by : A.W H.

AsliAhleSunnet.com